جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلہ

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۱۲:۶۵

النور

رمضان، شوال، ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ
نبوت - فتح ۱۳۸۳ ہش
نومبر - دسمبر ۲۰۰۴ء

جماعتہائے امریکہ کے ۵۶ ویں جلسہ سالانہ کے پہلے دن کا ایک منظر
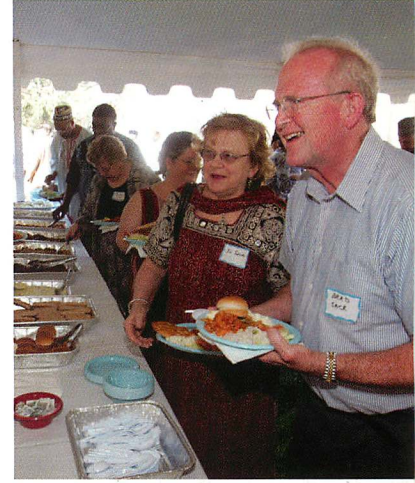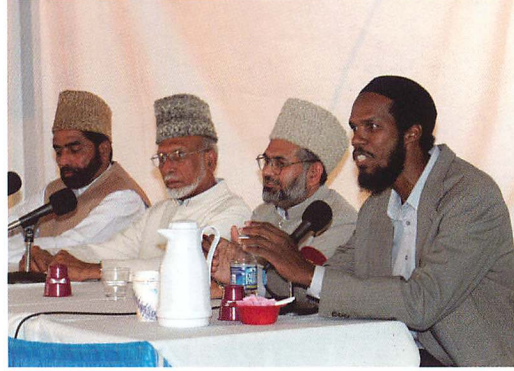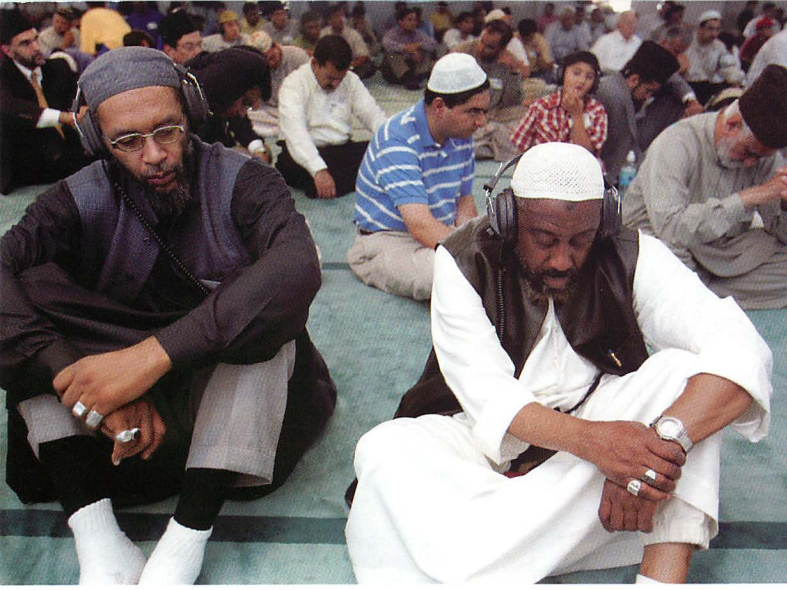
جلسہ سالانہ جماعتہائے امریکہ ۲۰۰۴ء

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (القرآن12:65)

النــــــور

نومبر۔دسمبر 2004

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیتی اور ادبی مجلہ

لکھنے کا پتہ : Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

فہرست

قرآن کریم
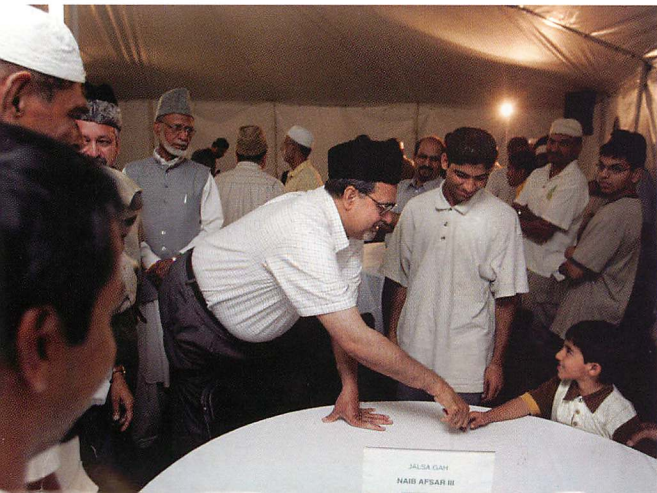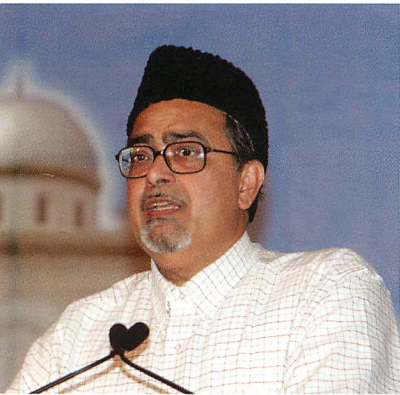
وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ○

(سورة البقرة:187)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہیئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ○

(سورة النّمل: 63)

یا (پھر) وہ کون ہے جو بے قرار کی دُعا کو قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمہیں زمین کے وارث بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْ لَا دُعَآؤُکُمْ ۚ فَقَدْ کَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَکُوْنُ لِزَامًا ○

(سورة الفرقان:78)

تُو کہہ دے کہ اگر تمہاری دُعا نہ ہوتی تو میرا ربّ تمہاری پرواہ نہ کرتا۔ پس تم اُسے جھٹلا چکے ہو سو ضرور اس کا وبال تم سے چمٹ جانے والا ہے۔

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ○

(سورة المؤمن:61)

اور تمہارے ربّ نے کہا مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا۔ یقیناً وہ لوگ جو میری عبادت کرنے سے اپنے تئیں بالا سمجھتے ہیں ضرور جہنّم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

احادیث نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَ ۃَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَنْزِلُ رَبُّنَا کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حَتّٰی یَبْقٰی ثُلُثُ الَّیْلِ الْاٰخِرُ فَیَقُوْلُ: مَنْ یَدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ مَنْ یَسْاَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ وَمَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَلَہٗ۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت ابو ہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ہمارا رب ہر رات قریبی آسمان تک نزول فرماتا ہے جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کو جواب دوں کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو دوں! کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں!

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَ ۃَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ فَاَکْثِرُوْا الدُّعَاءَ۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ مایقول فی الرکوع و السجود)

حضرت ابو ہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔انسان اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہو اس لئے سجدہ میں بہت دعا کیا کرو۔

عَنْ مَالِکِ ابْنِ یَسَارٍ ؓ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:اِذَاسَاَلْتُمُ اللّٰہَ فَاسْئَلُوْہُ بِبُطُوْنِ اَکُفِّکُمْ وَلَا تَسْئَلُوْہُ بِظُھُوْرِھَا وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَلُوااللّٰہَ بِبُطُوْنِ اَکُفِّکُمْ وَلَا تَسْاَلُوْہُ بِظُھُوْرِھَا فَاِذَافَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِھَا وُجُوْھَکُمْ۔

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء)

حضرت مالک بن یسارؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں سامنے پھیلا کر مانگو۔ہاتھوں کو الٹا کر کے نہ مانگو اور جب تم دعا کر کے فارغ ہو جاؤ تو دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرلو۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ؓ قَالَ: اِسْتَاْذَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْعُمْرَۃِ فَاَذِنَ لِیْ وَقَالَ: لَا تَنْسَنَایَا اُخَیَّ مِنْ دُعَائِکَ۔فَقَالَ کَلِمَۃً مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ لِیْ بِھَاالدُّنْیَا۔

(ترمذی کتاب الدعوات' مسند احمد صفحہ 29/1)

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ عمرہ کے لئے میں نے آنحضرت ﷺ سے اجازت چاہی۔آپؐ نے اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا۔میرے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے حضورؐ کی اس بات سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس کے بدلے میں مجھے ساری دنیا مل جائے تو اتنی خوشی نہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَ ۃَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٍ لَاشَکَّ فِیْھِنَّ: دَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ وَدَعْوَۃُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَۃُ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہٖ۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب ما ذکر فی دعوۃ المسافر)

حضرت ابو ہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔تین دعائیں بلا شک قبول ہوتی ہیں۔مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور باپ کی بیٹے کے متعلق دعا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَ ۃَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّسْتَجِیْبَ اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْکُرَبِ فَلْیُکْثِرِ الدُّعَاءَ فِی الرَّخَاءِ۔

(ترمذی ابواب الدعوات باب دعوۃ المسلم مستجابۃ)

حضرت ابو ہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیف کے وقت اس کی دعاؤں کو قبول کرے تو اسے چاہیئے کہ وہ فراخی اور آرام کے وقت بکثرت دعا کرے۔

﴿ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچادیا

دُعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلقِ جاذبہ ہے یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خُدا تعالیٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اور دُعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے۔ سو جس وقت بندہ کسی سخت مصیبت میں مبتلا ہو کر خُدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل اُمید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جُھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے اور پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہِ الوہیت ہے اور اُس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ تب اُس کی روح اُس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوتِ جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جل شانہٗ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دُعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً اگر بارش کے لئے دُعا ہے تو بعد استجابتِ دُعا کے وہ اسبابِ طبعیہ جو بارش کے لئے ضروری ہوتے ہیں اس دُعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں اور اگر قحط کے لئے بددُعا ہے تو قادرِ مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ کامل کی دُعا میں ایک قوتِ تکوین پیدا ہو جاتی ہے یعنی باذنہٖ تعالیٰ وہ دُعا عالم سفلی اور علوی میں تصرّف کرتی ہے اور عناصر اور اجرامِ فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف مؤید مطلوب ہے خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں بلکہ اعجاز کی بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابتِ دُعا ہی ہے اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیاء ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی دُعا ء ہے اور اکثر دُعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشہ دکھلا رہے ہیں وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پُشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دُنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ **وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچادیا** اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللھم صل و سلم و بارك علیه و اله بعدد همه و غمه و حزنه لهذه الامة و انزل علیه انوار رحمتك الی الابد۔ اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دُعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسبابِ طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی **عظیم التاثیر** نہیں جیسی کہ دُعا ہے۔

(برکات الدّعا صفحہ 9تا11روحانی خزائن جلد 6)

نیکی کو محض اس لئے کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ خوش ہو اور اس کی رضا حاصل ہو اور اس کے حکم کی تعمیل ہو

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کی جو دعائیں ہیں اس جلسے کے لئے ان کو حاصل کرنے والے ہوں اور ان مقاصد کو پورا کرنے والے ہوں جن کے لئے آپ نے ان جلسوں کا اجراء فرمایا تھا۔ اور ان دنوں میں ہمیں دعاؤں کی بھی توفیق ملے اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی بھی توفیق ملے۔ (آمین)

خطبہ جمعہ فرمودہ 30جولائی 2004 اسلام آباد لندن

تشہد اور تعوذ کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کی اور پھر فرمایا:

آج سے انشاء اللہ تعالیٰ جماعتِ احمدیہ انگلستان کا اڑتیسواں جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے۔ آپ سب لوگ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خاطر یہ تین دن گزارنے کے لئے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اللہ کرے کہ آپ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خواہش کے مطابق ان مقاصد کو حاصل کرنے والے ہوں جو اس جلسہ کے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو۔ اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول ﷺ کی محبت دل پر غالب آجائے۔ اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفرِ آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔''

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ351)

پھر جلسے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ

''قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرطِ صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔''

(مجموعہ اشتہارات، جلد اوّل، صفحہ302)

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جو میری بیعت میں شامل ہو صرف زبانی دعوے کی حد تک نہ رہو اب تمہیں اپنی اصلاح کی بھی کوشش کرنی چاہئے اور وہ کیا باتیں ہیں جو تمہارے اندر پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ اگر تم یہ باتیں اپنے اندر پیدا کر لو تو میں سمجھوں گا کہ تم نے مجھے حقیقت میں پہچان لیا اور جس مقصد کے لئے تم نے بیعت کی تھی اس کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ پہلی بات تو یہ یاد رکھو کہ میری بیعت میں داخل ہو کر تمہارے اندر سے تمہارے دل میں سے دنیا کی محبت نکل جانی چاہئے۔ اگر یہ نہ نکال سکو تو تمہارا بیعت کرنے کا مقصد پورا نہیں ہوا۔ اگر دنیا کے کاروبار تمہیں اللہ کی عبادت کرنے سے روکتے ہیں، تمہاری ملازمتیں، تمہاری تجارتیں تمہارے حقوق اللہ کی ادائیگی میں روک ہیں۔ تمہارے کاروبار، تمہاری انائیں، تمہاری دنیاوی عزتیں، شہرتیں تمہارے اوپر جو اللہ کی مخلوق کے حقوق ہیں ان کی راہ میں روک بن رہی ہیں تو پھر تمہارا میری جماعت میں شامل ہونے کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت، حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ایک اہم تبدیلی جو تمہیں اپنے اندر پیدا کرنی ہوگی وہ رسول اللہؐ سے محبت ہے۔ آپؐ سے محبت دنیا کی تمام محبتوں سے بڑھ کر ہونی چاہئے کیونکہ اب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے تمام راستے بھی رسول اللہؐ کی محبت میں فنا ہونے سے ہی ملیں گے؛ آپؐ کے پیچھے چلنے ہی سے ملیں گے؛ آپؐ کے احکامات پر عمل کرنے سے ہی ملیں گے؛ آپؐ کی سنت پر عمل کرنے سے ہی ملیں گے۔ اس لئے اس محبت کو اپنے پر غالب کرو کیونکہ فرمایا کہ میں تو خود اس محبوب کا عاشق ہوں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تم میری بیعت میں شامل ہونے والے شمار ہو اور پھر میرے پیارے سے تمہیں محبت نہ ہو۔ وہ محبت نہ ہو جو مجھے ہے یا جس طرح مجھے ہے۔

پھر فرمایا کہ دنیا کی اس چکاچوند سے تمہیں کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ تمہارے یہ مقاصد ہیں ان کو پورا کرنے کے لئے اللہ کی عبادت کرنے کا حق ادا کرنے کی کوشش کرو، اس کے رسولؐ سے محبت کرو، اللہ کی مخلوق کے حقوق ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی ادائیگی میں اس قدر کھوئے جاؤ کہ تمہیں احساس ہو کہ تم یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کی محبت میں کر رہے ہو۔ جب یہ حالت ہوگی تو تم ان لوگوں کی طرح کفِ افسوس نہیں مَل رہے ہوگے جو بسترِ مرگ پر بڑی بے چارگی اور پریشانی میں یہ اظہار کر رہے ہوتے ہیں کہ کاش ہم نے بھی زندگی میں کوئی نیک

کام کیا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت خالص اس کی عبادت کرتے ہوئے کی ہوتی۔ فرمایا بہت سے لوگ بیعت کرنے کے بعد اپنے کاروبارِ زندگی میں مصروف ہوجاتے ہیں اور کاروبارِ زندگی میں مصروف ہونا منع نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہمیشہ یہ ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ہی سارے کام کرنے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات سمجھنے کی بھی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ جیسا کہ پہلے ذکر کر آیا ہوں فرمایا کہ بیعت کے مقاصد بھی تبھی حاصل ہونگے۔ اور ان مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے ٹریننگ کے لئے سال میں تین دن جماعت کے افراد اکٹھے ہوتے ہیں اور سوائے کسی اشد مجبوری کے تمام احمدی اس میں شامل ہونے کی کوشش کریں اور شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہی آپ کا منشاء تھا۔ کیونکہ ٹریننگ بھی بہت ضروری چیز ہے۔ اس کے بغیر تو تربیت میں کمی آنی شروع ہوجاتی ہے۔ دیکھ لیں دنیا میں بھی اپنے ماحول پر نظر ڈالیں تو ہر فیلڈ میں ترقی کے لئے کوئی نہ کوئی تعلیم مکمل کرنے کے بعد، ٹریننگ دینے کے بعد ریفریشر کورسز بھی ہورہے ہیں، سیمینار بھی ہورہے ہوتے ہیں تاکہ جو علم حاصل کیا ہے اسے مضبوط کیا جائے۔ مزید اضافہ کیا جائے۔ ٹریننگ کے لئے کمپنیاں بھی اپنے ملازموں کو دوسری جگہ بھجواتی ہیں۔ ملک کی فوجیں سال میں ایک دفعہ عارضی جنگ کے ماحول پیدا کر کے اپنے جوانوں کو train کرتی ہیں۔ یہ اصول ہر جگہ چلتا ہے تو دین کے معاملہ میں بھی چلنا چاہیئے۔ اسی لئے اپنی دینی حالت کو سنوارنے کے لئے جلسوں پر ضرور آئیں۔ اس میں روحانیت میں بھی اضافہ ہوگا اور دوسرے متفرق فوائد بھی حاصل ہونگے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:

''۔۔۔ حتی الوسع تمام دوستوں کو محض لِلّٰہ ربّانی باتوں کے سننے کے لئے اور دُعا میں شریک ہونے کے لئے اُس تاریخ پر آجانا چاہیئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الرّاحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے۔ اور پاک تبدیلی اُن میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہونگے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔۔۔ اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہونگے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔۔۔''

(آسمانی فیصلہ اشتہار 30 دسمبر 1891 روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 352)

آپؑ نے فرمایا کہ تمہاری ٹریننگ کے لئے، تمہارے علم میں اضافے کے لئے اور جو جانتے ہیں یا جن کو یہ خیال ہے کہ ان کو پہلے ہی کافی علم ہے، ان کو بھی ان کے علم کو تازہ کرنے کے لئے ایسے طرز پر یہ training کورس ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے عرفان کے بارہ میں تمہارے اضافے کا باعث بنے گا۔ اسکے رسول اور اسکی کتاب کی حکمت کے بارہ میں تمہیں زیادہ معرفت حاصل ہوگی۔ بہت سے زاویوں کا تمہیں پتہ چل جائیگا کیونکہ ہر شخص ہر بات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ تو حضرت اقدسؑ کے زمانے میں تو آپؑ یہ معرفت کی باتیں خود ہی بیان کردیا کرتے تھے اور حقائق بھی پتہ چلتے رہتے تھے اس زمانے میں۔ لیکن اب بھی جو ارشادات آپ نے فرمائے انہی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، انہی کو سمجھتے ہوئے، انہی تفسیروں پر عمل کرتے ہوئے ماشاء اللہ علماء بڑی تیاری کر کے جہاں جہاں بھی دنیا میں جلسے ہوتے ہیں اپنی تقاریر کرتے ہیں، خطابات کرتے ہیں اور یہ باتیں بتاتے ہیں۔ تو آج بھی ان جلسوں کی اس اہمیت کو سامنے رکھنا چاہیئے، وہی اہمیت ہے آج بھی۔ اور جو تقاریر ہورہی ہوتی ہیں انہیں خاموشی سے سننا چاہیئے۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ شامل ہونے والوں کے لئے دعائیں کرنے کی بھی توفیق ملتی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی دعائیں آج بھی شاملینِ جلسہ کے لئے برکت کا باعث ہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنے ماننے والوں کے لئے جو نیکیوں پر قائم ہیں اور اللہ اور اسکے رسولؐ کی سچی محبت دل میں رکھتے ہیں، قیامت تک کے لئے دعائیں کی ہیں۔ پھر یہاں آکر ایک دوسرے کی دعاؤں سے بھی حصہ لیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ضمنی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں مثلاً ایکدوسرے کی پہچان ہوتی ہے، حالات کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اب تو دنیا پوری اکٹھی ہوگئی ہے، فاصلے اتنے کم ہوگئے ہیں کہ تمام دنیا کے لوگ کم از کم نمائندگی کی صورت میں یہاں اکٹھے ہوجاتے ہیں جس سے ایک دوسرے کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے لئے دعائیں کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ پھر آپس میں اس طرح گھلنے ملنے سے اکٹھے ہونے سے محبت اور اخوت بھی قائم ہوتی ہے۔ تو آپس میں تعلق اور پیار بھی بڑھتا ہے اور بعض دفعہ حقیقی رشتہ داریاں بھی قائم ہوجاتی ہیں کیونکہ بہت سے تعلق پیدا ہوتے ہیں، رشتے ناتے کے بہت سارے مسائل حل ہوجاتے ہیں۔ اور اس سے جماعت میں جو مضبوطی پیدا ہونی چاہیئے، وہ پیدا ہوتی ہے۔ اور اجنبیت بھی دور ہوتی ہے، ایک دوسرے

کے بغض و کینے بھی کم ہوتے ہیں اور جب ایسی باتوں کا پتہ لگتا ہے لوگوں کی آپس کی رنجشوں کا تو ان کے لئے پھر دعائیں کرنے کا بھی موقعہ ملتا ہے اور جو دورانِ سال وفات پا گئے ہیں ان کی مغفرت کے لئے بھی دعا کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔

تو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والی باتوں کے سنانے کا شغل رہے گا۔ لیکن جلسوں پر آنے والے صرف میلے کی صورت میں اکٹھے ہو جانے کا تصور لے کر نہ یہاں آئیں۔ جب یہاں آئیں تو غور سے ساری کارروائی کو سننا چاہئے۔ اگر سستی کرتے ہیں اس بارہ میں تو پھر تو یہاں پر بیٹھنا اور اگر غور سے نہیں سن رہے تو تقریریں سننا کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا۔ اسلئے باہر سے آنے والے بھی جو خرچ کرکے آئے ہیں اور یہاں کے رہنے والے بھی جلسہ کی تقریروں کے دوران پورا پورا خیال رکھیں اور بڑے غور سے اور دلجمعی سے جلسے کی کارروائی کو سُنیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

''سب کو متوجہ ہو کر سننا چاہئے پورے غور اور فکر کے ساتھ سنو کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا ہے اس میں سستی، غفلت اور عدم توجہ بہت برے نتائج پیدا کرتی ہے۔ جو لوگ ایمان میں غفلت سے کام لیتے ہیں اور جب ان کو مخاطب کرکے کچھ بیان کیا جائے تو غور سے اس کو نہیں سنتے۔ ان کو بولنے والے کے بیان سے خواہ وہ کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا مفید اور مؤثر کیوں نہ ہو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ کان رکھتے ہیں مگر سنتے نہیں اور دل رکھتے ہیں پر سمجھتے نہیں پس یاد رکھو کہ جو کچھ بیان کیا جاوے اسے توجہ اور بڑے غور سے سنو کیونکہ جو توجہ سے نہیں سنتا وہ خواہ عرصہ دراز تک فائدہ رساں وجود کی صحبت میں رہے اسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔''

(الحکم 10 مارچ 1902)

دیکھیں کس قدر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے ان لوگوں کے لئے جو جلسہ پر آکر پھر توجہ سے کارروائی کو نہیں سنتے تو ایسے لوگوں کی حالت ایسی ہی ہے کہ باوجود کان اور دل رکھنے کے نہ سننے کی کوشش کرتے ہیں نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ رحم کرے اور ہر احمدی کو اس سے بچائے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''سب صاحبان متوجہ ہو کر سنیں میں اپنی جماعت اور خود اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے یہی چاہتا اور پسند کرتا ہوں کہ ظاہری قیل و قال جو لیکچروں میں ہوتی ہے اس کو ہی پسند نہ کیا جاوے اور ساری غرض و غایت اس پر ہی آکر نہ ٹھہر جاوے کہ بولنے والا کیسی جادو بھری تقریر کر رہا ہے۔ الفاظ میں کیسا زور ہے۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوتا میں تو یہی پسند کرتا ہوں اور نہ بناوٹ اور نہ تکلف سے بلکہ میری طبیعت اور فطرت کا یہی تقاضا ہے کہ جو کام ہے اللہ کے لئے ہو جو بات ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ مسلمانوں میں ادبار اور زوال آنے کی یہی بڑی بھاری وجہ ہے یعنی یہ کمزوریاں اور گراوٹ جو آئی ہے اسکی یہی وجہ ہے۔ ورنہ اس قدر کانفرنسیں اور انجمنیں اور مجلسیں ہوتی ہیں اور وہاں بڑے بڑے لسّان اور لیکچرار اپنے لیکچر پڑھتے اور تقریریں کرتے ہیں۔ شاعر قوم کی حالت پہ نوحہ خوانیاں کرتے ہیں۔ وہ بات کیا ہے کہ اسکا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ قوم دن بدن ترقی کے بجائے تنزل ہی کی طرف جاتی ہے۔ (فرمایا کہ) یہی ہے کہ ان مجلسوں میں آنے جانے والے اخلاص لے کر نہیں جاتے۔''

تو بعض دفعہ لوگ جلسے کے دوران باہر آ جاتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ فلاں مقرّر کا جو انداز ہے یا جس طرح سے وہ بیان کر رہا ہے میں تو اس طرح سے نہیں سن سکتا اور باہر آ گیا ہوں۔ یہ بھی ایک طرح کا تکبر ہے۔ اور چاہے کوئی مقرر دھواں دھار تقریر کرتا ہے یا نہیں، چاہے وہ اپنے الفاظ اور آواز کے جادو سے آپ کے جذبات کو ابھارتا ہے یا نہیں، تقریریں سنیں اور اس میں علمی اور روحانی نکتے تلاش کریں اور پھر اس سے فائدہ اُٹھائیں۔

فرمایا جو صرف آواز اور الفاظ کے جادو سے متاثر ہونے والے ہوتے ہیں وہ کبھی ترقی نہیں کرتے کیونکہ وقتی اثر ہوتا ہے اور مجلس سے اٹھ کر جاؤ تو اثر ختم ہو گیا۔ اور یہ بات جو ہے وہ ایک احمدی میں نہیں ہونی چاہئے۔ فرمایا کہ:

''اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کرلیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیز گاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔''

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ394)

اور پھر فرمایا کہ ''یہ جلسہ ایسا تو نہیں ہے کہ دنیا کے میلوں کی طرح خواہ نخواہ التزام اسکا لازم ہے بلکہ اسکا انعقاد صحتِ نیت اور حسنِ ثمرات پر موقوف ہے ورنہ غیر اُسکے ہیچ ہے۔''

یعنی اس کی اصلی نیت تو روحانیت کو بڑھانے کی ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی

ہے، رسولؐ سے محبت حاصل کرنے کی ہے۔ ورنہ تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ: ''جب تک یہ معلوم نہ ہو اور تجربہ شہادت نہ دے کہ اس جلسہ سے دینی فائدہ یہ ہے اور لوگوں کے چال چلن اور اخلاق پہ یہ اسکا اثر ہے تب تک ایسا جلسہ صرف فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد اس اجتماع سے نتائج نیک پیدا نہیں ہوتے ایک معصیت اور طریقِ ضلالت اور بدعتِ شنیعہ ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ حال کے بعض پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھانے کے لئے اپنے مبائعین کو اکٹھا کروں (اور صرف اس لئے اکٹھا نہیں کرتا کہ مجھے نظر آئے کہ لوگوں کا کتنا مجمع اکٹھا ہو گیا ہے) بلکہ وہ علّتِ غائی جس کے لئے میں حیلہ نکالتا ہوں اصلاحِ خلق اللہ ہے۔ (وہ مقصد جس کے لئے یہ وجہ پیدا کی گئی ہے وہ اللہ کی مخلوق کی اصلاح ہے۔)''۔۔۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اسکے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہیئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔

اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بجبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اسکی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں۔

کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو۔ جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دُور نہ ہو جائیں خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے، اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں۔۔۔''

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ395-396)

یہاں پر آپؑ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جلسہ میں شامل ہو کر اور جلسہ کی تقریروں کو سن کر پھر بھی اگر اس طرف توجہ نہیں ہوتی تو جلسوں پر آنا بے فائدہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں کہ اس بات کا کوئی فائدہ نہیں کہ جلسہ پر آئیں وقتی جوش پیدا ہو جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے اور جلسہ ختم ہوتے ہی باہر جائیں اور جذبات پر اتنا بھی کنٹرول نہ رہے کہ دوسری کوئی بات بھی برداشت نہ کر سکیں۔ اگر یہی حالت ہی رکھنی ہے تو بہتر ہے کہ پھر جلسے پر نہ آئیں۔ کئی واقعات ایسے ہو جاتے ہیں یہاں کہ کوئی کنٹرول نہیں رہتا اپنے آپ پر۔ ایسے لوگ صحیح طور پر نہ جلسہ خود سنتے ہیں نہ ہی دوسروں کو سننے دیتے ہیں اور ذرا ذرا سی بات پر سر پھٹول بھی ہو رہی ہوتی ہے تو ایسے لوگ پھر وہی لوگ ہیں جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ کان رکھتے ہیں اور سنتے نہیں، اور دل رکھتے ہیں اور سمجھتے نہیں۔ ذرا غور کریں کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے یہ ان کی نشانی بتائی ہے جو انبیاء کا انکار کرنے والے ہیں۔ تو جو اس طرح کے رویّے اختیار کرتے ہیں اور پھر جب نظامِ جماعت action لیتا ہے تو شکایت ہوتی ہے کہ کارکنان نے ہمارے ساتھ بدتمیزی کی۔ اور ہمیں یہ کہا اور وہ کہا۔ یہ ٹھیک ہے میں نے کارکنان کو بھی بڑی دفعہ یہی سمجھایا ہے کہ براہِ راست ان کو کچھ نہیں کہنا ایسے لوگوں کو جو اپنے عمل سے خود کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ہم نظام کو کچھ نہیں سمجھتے، جلسے کے تقدس کو کچھ نہیں سمجھتے، تو پھر ایک ہی علاج ہے ان کا کہ اس تکبر کی وجہ سے ان کو پولیس میں دے دیا جائے۔ گذشتہ سال بھی ایسے ایک دو واقعات ہوئے تھے اور اگر اس سال بھی کوئی اس نیت سے آیا ہے کہ بجائے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی محبت اور اخوت پیدا کرے اور یہ نیت ہے کہ فساد پیدا کرے تو جلسے پر نہ آنا ہی بہتر ہے اور اگر آئے ہوئے ہیں تو پھر بہتر ہے کہ چلے جائیں تا کہ نظامِ جماعت کے action پر شکوہ نہ ہو کوئی۔ گذشتہ جمعہ میں نے کارکنان کو اور یہاں کے رہنے والوں کو جو لندن یا اسلام آباد کے ماحول میں رہ رہے ہیں کہا تھا کہ مہمان نوازی کے بھی حق ادا کریں لیکن آنے والے مہمانوں کو بھی یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ ڈیوٹی پر مامور کارکنان کو ابتلاء میں نہ ڈالیں اور جو نظام ہے اس سے پورا پورا تعاون کریں۔ اس لئے جہاں خدمت کرنے والے کارکنان مہمانوں کی خدمت کے لئے پوری محنت سے خدمت انجام دے رہے ہیں وہاں مہمانوں کا بھی فرض ہے کہ مہمان ہونے کا حق ادا کریں

اور جس مقصد کے لئے آئے ہیں اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ جو پاک تبدیلیاں ہمارے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کو اپنے اوپر لاگو کرنے کی کوشش کریں۔آپؑ فرماتے ہیں کہ نیکی کو محض اس لئے کرنا چاہئے کہ خدا تعالےٰ خوش ہو اور اس کی رضا حاصل ہو اور اس کے حکم کی تعمیل ہو۔قطع نظر اس کے کہ اس سے ثواب ہو یا نہ ہو۔ایمان تبھی کامل ہوتا ہے جب کہ یہ وسوسہ درمیان سے اُٹھ جاوے۔اگرچہ یہ سچ ہے کہ خدا تعالےٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ

(سورہ ھود :116)

مگر نیکی کرنے والے کو اجر مدّ نظر نہیں رکھنا چاہیئے۔دیکھو اگر کوئی مہمان اس لئے آتا ہے کہ وہاں آرام ملے گا،ٹھنڈے شربت ملیں گے یا تکلف کے کھانے ملیں گے تو وہ گویا ان اشیاء کے لئے آتا ہے۔حالانکہ خود میزبان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ حتی المقدور اس مہمان نوازی میں کوئی کمی نہ کرے اور اس کو آرام پہنچاوے اور وہ پہنچاتا ہے۔لیکن مہمان کا خود ایسا خیال کرنا اس کے لئے نقصان کا موجب ہے۔پس جو مہمان آرہے ہیں اس نیک مقصد کے لئے آئیں اور اگر کوئی سہولت میسر آجائے اور آرام سے یہ دن کٹ جائیں تو خدا تعالےٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے یہ سامان مہیا فرمادئے۔اللہ تعالےٰ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ بغیر اجر کے کسی نیکی کو نہیں جانے دیتا تو آپ کے یہاں آنے کے مقصد کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔بے شمار رحمتیں اور انوار نازل ہونگے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ،ایک دعا ہے جو آنے والے مہمانوں کو پڑھتے رہنا چاہیئے،حضرت خولہ بنت حکیمؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص کسی مکان میں رہائش اختیار کرتے یا کسی جگہ پر پڑاؤ ڈالتے وقت یہ دعا مانگے کہ میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں اور اُس شر سے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے پناہ چاہتا ہوں،اس (دُعا) کے آپؐ کے عربی میں الفاظ یہ ہیں:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

(مسلم، مؤطا، ترمذی)

فرمایا کہ جب یہ دعا مانگو گے تو اس شخص کے یہاں کی رہائش ترک کرنے یا اس جگہ سے کوچ کرنے تک اُسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔

تو یہ دعا پڑھتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہر آنے والے کو ہر شر سے بچائے اور نیک اثرات لے کر یہاں سے جائیں اور نیک اثرات چھوڑ کر جائیں۔جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ جلسے پر آنے والے مہمانوں کو یہ مقصد ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ آپس میں محبت اور اخوت پیدا ہو۔تو اس بات میں جو تعلیم ہمیں آنحضرتؐ نے دی ہے اسکا بھی اس بات سے اظہار ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے عرض کی کہ کونسا اسلام سب سے بہتر ہے؟ فرمایا کہ ضرورتمندوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر شخص کو جسے تم جانتے ہو یا نہ جانتے ہو،سلام کرو۔تو جب اسطرح سلام کا رواج ہوگا تو آپس میں محبت بڑھے گی اور یہ جلسہ انشاء اللہ تعالیٰ جب آپ ایک دوسرے کو سلام کر رہے ہونگے اور ہر طرف سلام سلام کی آوازیں آرہی ہونگی تو یہ آپکا جلسہ جو ہے محبت کے سفیروں کا جلسہ بن جائے گا۔کیونکہ محض للہ یہ سب عمل ہو رہا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے پیار کی خاص نظر بھی آپ پر ہوگی۔اس لئے ان دنوں میں خاص طور پر عورتیں بھی،بچے بھی اور مرد بھی سلام کو بہت رواج دیں کیونکہ اس سے ایک تو محبت بھی آپس میں بڑھے گی اور اسلام کا صحیح نمونہ بھی پیش ہو رہا ہوگا جو غیروں کو بھی نظر آئے گا۔

اب میں بعض متفرق باتیں جو جلسہ کے تعلق میں ہیں کہنا چاہتا ہوں۔جو مہمانوں، میزبانوں اور ڈیوٹی والوں ہر ایک کے لئے ہیں۔پہلی بات تو یہ ہے کہ مسجد اور مسجد کے ماحول میں اسکے آداب اور تقدس کا خیال رکھیں۔مسجد فضل میں جب یہاں سے جائیں گے وہاں بھی کافی رَش ہوتا ہے اور پھر جلسہ کے دنوں میں یہ مارکی جو ہے یہ بھی مسجد کا ہی متبادل ہے بلکہ یہ پورا علاقہ جو ہے جلسہ گاہ ہے یہاں بھی حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشاد کے مطابق وہی نظارے نظر آئے چاہئیں جو ایک ایسے پاکیزہ اور مقدس ماحول میں ہونے چاہئیں جہاں اللہ اور اس کے رسول کی باتیں ہو رہی ہوں،ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی باتیں ہو رہی ہوں۔پھر جلسے کے ایام ذکرِ الٰہی اور درود شریف پڑھتے ہوئے گذاریں اور التزام کے ساتھ بڑی باقاعدگی کے ساتھ،توجہ کے ساتھ نماز باجماعت کی پابندی کریں۔نمازوں اور جلسہ کی کارروائی کے دوران بچوں کی خاموشی کا بھی انتظام ہونا چاہیئے۔ڈیوٹی والے بھی اس چیز کا خیال رکھیں اور مائیں اور باپ بھی اس کا خاص خیال رکھیں اور ڈیوٹی والوں سے اس سلسلے میں تعاون کریں۔جو جگہیں بچوں کے لئے بنائی گئی ہیں وہیں جا کر چھوٹے بچوں کو بٹھائیں تا کہ باقی جلسہ سننے والے disturb نہ ہوں۔

پھر جلسہ کے دوران اگر کسی غیر از جماعت مہمان کی تقریر آپ سنیں، اگر آپ کو کوئی بات پسند آئے اس میں سے اور کوئی خراجِ تحسین دینا چاہتے ہوں تو اس کے لئے تالیاں بجانے کی بجائے جو ہماری روایات ہیں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا، ماشاء اللہ وغیرہ کہنا ایسے کلمات ہی کہنے چاہئیں کیونکہ تالیاں بجانا ہمارا اشعار نہیں ہے۔ ہماری اپنی بھی کچھ روایات ہیں۔ اپنی روایات کا خیال رکھنا چاہئے۔ اور یہاں پر بھی اور دنیا میں ہر جگہ جہاں جہاں بھی جلسے ہو رہے ہیں اپنی روایات کا خیال رکھنا چاہئے۔

پھر نعروں کے ضمن میں یاد رکھیں کہ ہر کوئی اپنی مرضی سے نعرے نہ لگائے۔ بلکہ انتظامیہ نے اس کے لئے جو پروگرام بنایا ہوا ہے، کچھ لوگوں کے سپرد کیا ہوا ہے نعرے لگانا۔ وہی جب ضرورت محسوس کریں گے اسوقت لگا دیں گے۔ لیکن یہ بھی ہوتا ہے بعض دفعہ کہ بعض لوگوں کو اگر نعرے نہ لگ رہے ہوں تو تقریر کے دوران نیند آ جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے پھر نعروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن بے وجہ نعرے لگائے جائیں تو نظم یا تقریر ہو رہی ہوتی ہے اسکا مزہ پھر نہیں آتا بعض دفعہ۔ تو ایسے جو لوگ ہیں جن کو نیند آ رہی ہو خاموشی سے ساتھ والا ان کو ٹھوکا دے کر جگا دیا کرے۔

پھر انگلستان سے بہت سارے احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے شامل ہو چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش تو تھی کہ ہر کوئی شامل ہو اور خاص طور پر ذوق شوق سے جلسے میں شامل ہونا چاہئے۔ جو ابھی تک نہیں آئے وہ کوشش کریں کہ کم از کم کل صبح جو جلسے کا session شروع ہونا ہے اس سے پہلے آ جائیں۔ کیونکہ بغیر جائز عذر کے غیر حاضر نہیں رہنا چاہئے۔

اور بعض دفعہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ صرف دو دن یا آخری دن آ جاتے ہیں اور کوئی مجبوری نہیں ہوتی انہیں۔ ہفتہ اتوار بھی تقریباً فارغ ہوتا ہے ہر ایک کا۔ اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ جائیں گے آخری دن کچھ ملاقاتیں ہو جائیں گی، لوگوں سے مل لیں گے۔ ٹھیک ہے ایک مقصد تو پورا کر لیا آپ نے لیکن یہی مقصد ہی نہیں ہے صرف۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکے رسولؐ کی محبت پیدا کرنا سب سے بڑا مقصد ہے پھر اس بارہ میں جلسہ سُننے کے بارہ میں خاص طور پر، جو میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ تمام تقاریر کو باقاعدہ سنا کریں جس حد تک ممکن ہے۔ اور اس میں ڈیوٹی والے جو کارکنان ہیں وہ بھی اگر ان کی اسوقت ڈیوٹی نہیں ہے تو ان کو تقاریر سننے کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ پھر ان ایام میں پورے التزام سے نمازوں کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دیں۔ لنگر خانے وغیرہ یا جہاں جہاں بھی ڈیوٹیاں ہیں وہاں بھی کارکنان کی باقاعدہ نمازوں کی ادائیگی کا انتظام ہونا چاہئے اور ان کے افسران کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس بات کا خیال رکھیں۔

پھر ایک چیز ہے کہ نمازوں کے دوران جب آپ مارکی کے اندر آتے ہیں یہاں نمازیں پڑھنے کے لئے تو نماز شروع ہونے کے بعد نہ آئیں بلکہ اس سے پہلے ہی آ کر بیٹھ جایا کریں۔ کیونکہ یہ لکڑی کے یہاں فرش ہیں گو اس کے اوپر پتلا سا قالین تو بچھا ہوا ہے لیکن چلنے سے اسقدر آواز آتی ہے اور شور ہوتا ہے کہ جب نماز شروع ہو جائے تو پھر نماز خراب ہو رہی ہوتی ہے۔ دوسروں تک جو نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں ان تک آواز ہی نہیں پہنچتی۔ کل بھی مغرب کی نماز میں ایک تسلسل تھا شور کا جو دوسری رکعت تک رہا، اس لئے پہلے آ کر بیٹھا کریں نماز میں۔

پھر بعض لوگوں کو mobile phone بڑے اہم ہوتے ہیں اس وقت بھی کسی کا بج رہا ہے فون شاید۔ تو اگر اتنا ہی اہم فون آنے کا خیال ہو تو پھر وہ فون رکھیں، جو اتنے اہم لوگ ہیں ان کو پھر فونوں کی بھی اچھی قسم رکھنی چاہئے، جن کی آواز کم کی جا سکتی ہے، جیب میں رکھیں تا کہ ان کی vibrartion سے ہی احساس ہو جائے کہ فون آ رہا ہے۔ اور باہر جا کر سُن لیں۔ کم از کم دوسروں کو disturb نہ کیا کریں نمازوں کے دوران، جلسوں کے دوران، تقریروں کے دوران۔

پھر بازار ہیں، جلسہ کے دوران بازار بند رہنے چاہئیں اور یہ آنے والے مہمان بھی سن لیں، یہاں کے رہنے والے بھی سن لیں، ڈیوٹیاں دینے والے بھی سن لیں کہ پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ اگر مجبوری ہو تو صرف چند ضرورت کی چیزیں ہی مہیا ہو سکتی ہیں وہ دکانیں کھلی رہیں گی اور انتظامیہ جائزہ لیتی رہیگی کہ کون کون سی دکانیں کھلی رہیں یا نہ کھلی رہیں۔

لیکن کل بازار کا جو میں نے خود جائزہ لیا تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ کوئی دکانیں کھولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جلسے کے دوران تمام دکانیں بند رہیں گی۔ دکاندار جنہوں نے سٹال لگائے ہوئے ہیں وہ جلسہ کی کارروائی سنیں اور کوئی گاہک بھی ادھر نہیں جائے گا، کسی قسم کی خرید وفروخت نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ اگر ایمرجنسی میں کسی چیز کی ضرورت ہو تو جو نظام ہے جلسہ سالانہ کا اس کے تحت وہ چیزیں مہیا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کسی قسم کی دکانیں کھولنے کی ضرورت نہیں۔ پھر یہ ہے کہ فضول گفتگو سے اجتناب کریں۔ آپس میں گفتگو میں دھیما پن اور وقار قائم رکھیں، سخت گفتگو، تلخ گفتگو سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیونکہ محبت اور بھائی چارے کی فضا بھی اسی طرح پیدا ہوگی کہ ایک دوسرے کا خیال رکھیں بات چیت میں بھی۔ پھر

بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر نوجوانوں میں تُو تُو مَیں مَیں شروع ہوجاتی ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہئے، پرہیز کرنا چاہئے، بچنا چاہئے۔ پھر ٹولیوں میں بیٹھ کر قہقہے لگاتے ہیں بعض دفعہ باتیں کر رہے ہوتے ہیں یہ بھی اچھی عادت نہیں ہے۔ بعض دفعہ بہت سارے یہاں غیر ملکی بھی آئے ہوئے ہیں، ان کی مختلف زبانیں ہیں، زبانیں نہیں سمجھتے جب آپ بات کر رہے ہوں اور کوئی قریب سے گزرنے والا یہ سمجھ لیتا ہے بعض دفعہ کہ شاید میرے پر تبصرہ ہو رہا ہے یا مجھ پر ہنسا جا رہا ہے۔ تو ان چیزوں سے بھی بچنا چاہئے ماحول کو خوشگوار رکھنے کے لئے۔ پھر اسلام آباد کے ماحول میں بھی جو ہماری سڑکیں ہیں وہ بہت چھوٹی ہیں یہاں بھی شور شرابے یا ہارن وغیرہ یا ہر قسم کی ایسی حرکتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہاں کے لوگ جو ہیں ان کو اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کل بھی مجھے کسی نے بتایا کہ یہاں خبر تھی اخبار میں کہ لوگوں کو اعتراض پیدا ہو رہا ہے ہمارے بعض ہمسایوں کو کہ شور ہو رہا ہے۔ اس لئے ماحول کا لحاظ کرتے ہوئے کسی قسم کا بھی یہاں شور شرابہ نہیں ہونا چاہئے۔ پھر گاڑیاں پارک کرتے ہوئے بھی خیال رکھیں کہ وہ لوگوں کے گھروں کے سامنے یا ممنوعہ جگہوں پر پارک نہ ہوں۔ ٹریفک کے قوائد کا بھی خیال رکھیں۔ جلسہ گاہ میں بھی جو پارکنگ کا شعبہ ہے، منتظمین ہیں ان سے پورا تعاون کریں۔ اور جہاں جہاں وہ کہتے ہیں وہیں گاڑیاں پارک کریں۔ اور پھر ڈرائیونگ کے دوران بھی ملکی قانون جو ہے اس کی پوری پوری پابندی کریں کیونکہ یورپ میں بعض جگہوں پر کوئی speed limit نہیں ہے یا speed limit یہاں سے زیادہ ہے یہاں کی speed limit اور وہاں کی speed limit میں فرق ہے اس کا یورپ سے آنے والے خاص طور پر جرمنی وغیرہ سے جو آتے ہیں خیال رکھیں۔ اور پھر یہ ہے کہ visa کی میعاد ختم ہونے سے پہلے پہلے اپنی اپنی جگہوں پر اپنے ملکوں میں واپس چلے جانا ہے۔ جن کو خاص طور پر جلسے کا visa ملا ہے ان کو اس بات کی سختی سے پابندی کرنی چاہئے، اگر پابندی نہیں کریں گے تو جماعتی نظام بھی حرکت میں آجائے گا۔

پھر صفائی کے لئے خاص طور پر جہاں اتنا rush ہو جگہ چھوٹی ہے اور تھوڑی جگہ پر عارضی انتظام کیا گیا ہو، بہت ساری مشکلات پیش آتی ہیں تو ہر کوئی یہ کوشش کرے کہ toilet وغیرہ کی جو صفائی ہے اسکا خاص طور پر خیال رکھیں۔ اگر کوئی کارکن نہیں ہے اور کوئی جاتا ہے تو خود صفائی کرنے میں حرج نہیں ہے۔ آخر ایک دوسرے کی مدد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوا کرتا۔ آپس میں بھائی بھائی ہوں تو ایسے کام کر لینے چاہئیں۔ یہ نہیں کہ کارکن آئے گا تو تبھی صفائی ہوگی یا اسکی شکایت میں کرونگا اور انتظامیہ اس سے پوچھے گی تو تبھی صفائی ہوگی۔ بلکہ اگر چھوٹی موٹی صفائی کی ضرورت ہے تو خود کر لینی چاہئے کیونکہ صفائی کے بارے میں آتا ہے کہ نصف ایمان ہے یہ۔

پھر خواتین بھی گھومنے پھرنے میں احتیاط اور پردے کی رعایت رکھیں۔ لیکن بعض دفعہ بعض غیر خواتین بھی آئی ہوتی ہیں تو وہ تو ویسی پابندی نہیں کر رہی ہوتیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ جلسے پر آئی ہوئی ساری خواتین احمدی ہیں لیکن بعض غیر احمدی بھی ہوتی ہیں، غیر از جماعت بھی ہوتی ہیں اسلئے وہ پابندی نہیں کر رہی ہوتی ہیں۔ اس لئے جو انتظامیہ ہے وہ یہ خیال رکھے کہ جب رش کا وقت ہو تو عورتوں اور مردوں کے راستے علیحدہ علیحدہ ہو جائیں۔

پھر یہ ہے کہ چھوٹے بچوں میں بھی ان دنوں میں خاص طور پر ہماری کچھ جماعتی روایات ہیں ان کا خیال رکھتے ہوئے ٹوپیاں پہننے کی عادت ڈالیں۔ ایسے بچے جو نمازیں پڑھنے کی عمر کے ہیں اور اسطرح ایسی بچیاں جو اس عمر کی ہیں ان کو چھوٹا دوپٹہ بھی لے لینا چاہئے بجائے اس کے کہ یہاں کے لباس پہن کر پھریں۔

پھر بعض دفعہ شکایت آجاتی ہے گو بہت معمولی ایک آدھ case ہوتا ہوگا کہ lift دینے والے بعض دفعہ مہمانوں سے پیسوں کا مطالبہ کرتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ تو مہمانوں کی عزت و احترام اور خدمت کو جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اس کو خاص توجہ دیں، خاص اہمیت دیں۔ محبت، خلوص، ایثار اور قربانی کے جذبے کے تحت ان کی خدمت کریں۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے مہمان ہیں۔ ان کے ساتھ نرم لہجے اور خوش دلی سے بات کریں۔ یہ تفصیلی ہدایت میں پہلے دے چکا ہوں۔ لیکن جو مہمان آرہے ہیں وہ بھی یہ خیال رکھیں کہ نظم و ضبط کا خاص خیال رکھیں۔ اور منتظمین جلسہ سے پورا پورا تعاون کریں اور ان کی ہر طرح سے اطاعت کریں۔

بعض مائیں اپنے بچوں کے لئے بڑی غیرت رکھتی ہیں۔ کوئی ڈیوٹی والا اگر کسی کو کچھ کہہ دے تو لڑنے مارنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں تو وہ بھی سُن لیں کہ اگر تعاون نہیں کر سکتیں اور اتنی ہی غیرت ہے تو پھر یہ ہے کہ جلسے کے دوران اس مارکی میں نہ آئیں۔

پھر کھانے کے وقت بھی بعض باتیں دیکھنے میں آتی ہیں، ضیاع ہو جاتا ہے بعض دفعہ۔ تو اب اس دفعہ انہوں نے کچھ انتظام بدلا ہے، کیونکہ پہلے ہی packing کر کے دے رہے ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ مقدار اتنی ہے کہ ضائع نہیں ہوگی امید ہے۔ لیکن بعضوں کو عادت ہوتی ہے بعض چیزیں نہ کھانے کی۔ عموماً ایک آدمی

normally اتنا کھا ہی لیتا ہے۔لیکن بعضوں کو عادت ہوتی ہے بعض چیزیں نہ کھانے کی اگر آلو نہیں بھی پسند پھر بھی کھالیں مجبوراً، ضائع نہ کریں کیونکہ پھر یہاں dump کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

پھر بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی باتیں ایک دوسرے پر مذاق میں ہو رہی ہوتی ہیں وہ بھی بعض دفعہ بڑی لڑائیوں کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ان سے بھی پرہیز کریں، اجتناب کریں۔اور زبان کی نرمی جو ہے وہ بڑی ضروری ہے اور دونوں مہمان بھی اور میزبان بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ نرم زبان کا استعمال ہو اور کسی قسم کی بھی سختی دونوں طرف سے نہیں ہونی چاہئے اور پیار سے محبت سے ان دنوں میں ایک دوسرے سے پیش آئیں بلکہ ہمیشہ پیش آئیں اور خاص طور پر دعاؤں میں یہ دن گذاریں جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں اور جلسے کی جو خاص برکات ہیں ان کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

اور پھر یہ ہے کہ بعض دفعہ صفائی کے ضمن میں ہے کہ جہاں کھانا کھایا جاتا ہے تو بچا ہوا کھانا وہ چھوڑ جاتے ہیں ان کو اٹھا کر جہاں dustbin بنائے گئے ہیں ان میں پھینک دیں اور پھر یہ ہے کہ جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے کہ جماعتی جلسہ ہے اسے کوئی میلہ نہ سمجھیں کیونکہ آپس میں ملاقاتیں وغیرہ یا خرید و فروخت یا فیشن کا اظہار تو مقصود نہیں ہے۔عورتیں اکٹھی ہوں تو باتیں شروع کر دیتی ہیں اور ختم نہیں ہوتیں اور انتظامیہ اس بات کا خیال رکھے اور نگرانی کرے اور یہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں جہاں جہاں بھی جلسے ہوتے ہیں ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

پھر یہ ہے کہ بعض آنے والے جو باہر سے آرہے ہوتے ہیں وہ یہاں shopping کرنے کے لئے قرض لینے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ بات جو ہے یہ قناعت کی صفت کو گدلا کر رہی ہوتی ہے۔آپ میں جو ایک صبر یا قناعت کی جو صفت ہونی چاہئے اس کے متعلق ایسا اظہار ہو رہا ہوتا ہے جو لوگوں کو اچھا نہیں لگتا۔تو اس سے بچنا چاہئے اتنا ہی خرچ کریں جتنی توفیق ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ shopping کرنے کے لئے جتنی ضرورت ہے رقم آپ کے پاس ہے اتنی shopping کریں۔عزیزوں رشتہ داروں سے قرض نہ لیں یہ بڑا غلط طریقہ ہے۔

جلسہ سننے کی غرض سے آئے ہیں تو جلسہ سننا چاہئے۔اور جو روحانی مائدہ یہاں تقسیم ہو رہا ہے اس سے اپنی جھولیاں بھرنی چاہئیں ہر ایک کو۔اور پھر یہ ہے کہ گو کہا جاتا ہے کہ مہمان نوازی تین دن کی ہوتی ہے لیکن بعض لوگ دُور سے آرہے ہوتے ہیں، خرچ کر کے آرہے ہوتے ہیں اور پھر یہ خیال ہوتا ہے پتہ نہیں دوبارہ موقعہ مل سکے کہ نہ مل سکے تو زیادہ ٹھہرنا چاہتے ہیں اور اگر اپنے قریبی عزیزوں رشتہ داروں کے ہاں ٹھہر جائیں تو ان کو خوشی سے ٹھہرا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اور بعض طبیعتیں بڑی حساس ہوتی ہیں اس لئے مذاقاً بھی احساس نہیں ایسے مہمانوں کو دلانا چاہئے جو مالی لحاظ سے ذرا کم ہوں یا قریبی عزیز ہوں کہ تین دن ہو گئے اب مہمان نوازی ختم ہو گئی ہے کیونکہ بعض دفعہ پھر اس سے دوریاں پیدا ہوتی ہیں۔پھر حفاظتی طور پر بھی خاص نگرانی کا خیال رکھنا چاہئے۔اپنے ماحول پر گہری نظر رکھیں یہ ہر ایک کا فرض ہے۔اجنبی آدمی اگر کوئی دیکھیں، کوئی ایسا شخص دیکھیں جس سے آپ کو شک ہو تو جو بھی متعلقہ شعبہ ہے اس کو اطلاع دیں۔

لیکن خود کسی سے اس طرح نہ پیش آئیں کہ جس سے کسی بھی قسم کی چھیڑ چھاڑ کا خطرہ پیدا ہو اور آگے لڑائی جھگڑے کا خطرہ پیدا ہو جائے۔لیکن اگر اطلاع کا وقت نہیں ہے تو پھر اس کا بہترین حل یہی ہے کہ اس شخص کے ساتھ ساتھ آپ ہو جائیں اس کے قریب رہیں۔تو ہر شخص جو ہے اگر وہ اسطرح security کی نظر سے دیکھتا رہے دوسرے کو تو بہت سارا مسئلہ اسی طرح حل ہو جاتا ہے۔اور بعض دفعہ بعض خبروں کی بناء پر (جو گذشتہ سالوں میں آتی رہی ہیں) انتظامیہ بعض دفعہ checking سخت کرتی ہے تو اس سے ایسی صورت پیدا ہو، جب checking سخت ہو رہی ہو تو مکمل تعاون کرنا چاہئے، خاص طور پر عورتوں کو کہ وہ عام طور پر جلدی بے صبر ہو جاتی ہیں۔ اسلئے کہ ہماری حفاظت کے نقطہ نظر سے ہی یہ سب کچھ ہو رہا ہوتا ہے۔اسلئے تعاون فرض ہے ہر ایک کا۔پھر یہ ہے کہ جو آپ کو کارڈ دیئے گئے ہیں وہ اپنے پاس رکھیں اور اگر کسی کا کارڈ گم ہو گیا ہے تو متعلقہ شعبہ کو اطلاع کریں تا کہ ان کو بھی پتہ لگ جائے کہ کونسا کارڈ گم ہوا ہے کس کا گم ہوا ہے، تا کہ اگر کسی اور نے لگایا ہوا ہے ایسا وہ بھی پتہ لگ جائے گا اور آپ کو بھی کارڈ میسّر آجائیگا۔اور قیمتی اشیاء وغیرہ کی حفاظت بھی آپ پر فرض ہے، خود کریں۔اپنی جو نقدی وغیرہ پیسے وغیرہ رکھتے ہیں، رقمیں وغیرہ چونکہ یہاں بہت سارے لوگ آئے ہوئے ہیں۔اور کھلی جگہیں ہیں، tents ہیں، اجتماعی قیام گاہیں ہیں تو بعد میں شکایات نہیں ہونی چاہئیں۔اس لئے آپ خود اپنی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کی جو دعائیں ہیں اس جلسے کے لئے ان کو حاصل کرنے والے ہوں اور ان مقاصد کو پورا کرنے والے ہوں جن کے لئے آپ نے ان جلسوں کا اجراء فرمایا تھا۔اور ان دنوں میں ہمیں دعاؤں کی بھی توفیق ملے اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی بھی توفیق ملے۔(آمین)

کلامِ محمود

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ المصلح الموعود

وُہ یار کیا جو یار کو دل سے اُتار دے
وہ دل ہی کیا جو خوف سے میدان ہار دے

اِک پاک صاف دل مُجھے پرور دگار دے
اور اس میں عکس حسنِ ازل کا اُتار دے

وُہ سیم تن جو خواب میں ہی مُجھ کو پیار دے
دل کیا ہے بندہ جان کی بازی بھی ہار دے

افسردگی سے دلِ مِرا مُرجھا رہا ہے آج
اے چشمۂ فیوض نئی اک بہار دے

دُنیا کا غم اِدھر ہے اُدھر آخرت کا خوف
یہ بوجھ میرے دل سے الٰہی اُتار دے

مَسْنَدْ کی آرزو نہیں بس جوتیوں کے پاس
درگہ میں اپنی مُجھ کو بھی اِک بار بار دے

گذری ہے عمر ساری گناہوں میں اے خُدا
کیا پیشکش حضور میں یہ شرمسار دے

وحشت سے پھٹ رہا ہے مرا سَر مِرے خُدا
اِس بے قرار دل کو ذرا تو قرار دے

تُو بارگاہِ حُسن ہے مَیں ہُوں گدائے حُسن
مانگوں گا بار بار مَیں تُو بار بار دے

دن بھی اسی کے راتیں بھی اس کی جو خوش نصیب
آقا کے دَر پہ عُمر کو اپنی گذار دے

دل چاہتا ہے جان ہو اسلام پر فِدا
توفیق اس کی اے مرے پرور دگار دے

میرے دل و دماغ پہ چھا جا او خُوبرُو
اور ما سِوا کا خیال بھی دل سے اُتار دے

ممکن نہیں کہ چَین ملے وصل کے سِوا
فُرقت میں کوئی دِل کو تسلّی ہزار دے

کیسے اُٹھے وہ بوجھ جو لاکھوں پہ بار ہو
جب غم دیا ہے ساتھ کوئی غمگسار دے

ہے سب جہاں سے جنگ سہیڑی ترے لیے
اب یہ نہ ہو کہ تُو ہمیں دل سے اُتار دے

تنگ آگیا ہُوں نفس کے ہاتھوں سے میری جاں
جلد آ اور آ کے اس مرے دشمن کو مار دے

بچھڑے ہوؤں کو جنّتِ فردوس میں مِلا
جِسرِ صراط سے بہ سہولت گذار دے

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ

"جماعت کیلئے تعلیم ہے کہ اپنی بیویوں سے رفق اور نرمی سے پیش آویں"

نکاح مرد اور عورت کے درمیان ایک معاہدہ ہے پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدوں میں دغاباز نہ ٹھہرو

جماعت احمدیہ برطانیہ کے 38 ویں جلسہ سالانہ پر سیّدنا امیرالمؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا لجنہ اماءاللہ سے خطاب

فرمودہ 31 / جولائی 2004 بمطابق 31 / وفاء 1383 ہجری شمسی بمقام اسلام آباد (Tilford, UK)

اسلام کی تعلیم میں جہاں ہر چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی احکامات موجود ہیں اور معاشرتی، گھریلو یا ذاتی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے بارے میں ہمیں بتا نہ دیا گیا ہو۔ اور قرآنِ کریم کی جن باتوں کی وضاحت ضروری تھی وہ ہمیں آنحضرت ﷺ نے اپنے عمل اور ارشادات سے سمجھا دیں۔ اور اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کے بارے میں ہمیں بتایا جو بظاہر چھوٹی ہیں لیکن انسانی زندگی، اخلاق اور صحت پر اثر انداز ہوسکتی ہیں۔ اتنی باریکی سے ذاتی زندگی میں جاکر احکامات دیئے گئے ہیں کہ اسلام کے مخالفین کو اگر کوئی اور اعتراض نہیں ملا تو یہی کہہ دیا کہ یہ کیسا مذہب ہے۔ یہ کیسا رسول ہے کہ ایسی باتوں کا بھی حکم دیتا ہے، جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں، جو گھریلو یا ذاتی نوعیت کی باتیں ہیں۔ لیکن ان عقل کے اندھوں کو یہی باتیں پتا نہیں لگتیں کہ یہی باتیں ہیں جو اخلاق اور مذہب پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

تو بہرحال یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح باقی مختلف معاملات میں، جن میں عورت کے حقوق کا بھی ذکر ہے، ذکر فرمایا ہے قرآنِ کریم میں اور مختلف احکامات دیئے ہیں، اس میں عورت کے فرائض کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اختیارات کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ ذمہ داریوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اور بعض اوقات ہمیں پتا نہیں لگتا، اور قرآن کریم کو غور سے نہ پڑھنے کی وجہ سے بھی پتا نہیں لگتا یا یہاں، اس معاشرے میں رہنے کی وجہ سے ہم متاثر ہوجاتے ہیں کہ بعض باتیں ایسی ہیں کہ بظاہر یوں لگ رہا ہوتا ہے کہ عورت پہ سختی ہے۔ حالانکہ وہ عورت پہ عزت و احترام کرنے کیلئے اور عورت کی ذاتی زندگی کو بہتر بنانے کیلئے ہوتی ہیں یہ باتیں۔ یہاں کے لوگ جو اس معاشرے میں رہ رہے ہیں، اس معاشرے کی وجہ سے لوگوں کی باتوں میں آجاتے ہیں، خاص طور پر عورتیں سمجھتی ہیں کہ اسلام میں عورت کی حیثیت ایک کم درجہ کے شہری کی ہے۔ اور اصل مقام جو ہے وہ صرف مرد کو دیا گیا ہے اسلام میں۔ حالانکہ یہ غلط Propaganda ہے جو اسلام دشمنوں نے اسلام کے خلاف کیا ہے اور اس propaganda سے متاثر ہوکر ایسی عورتیں جن کو قرآن کریم یا دین کی صحیح تعلیم کا علم نہیں ہے، انہوں نے اس کا صحیح مطالعہ نہیں کیا وہ

ان کی باتوں میں آجاتی ہیں۔خاص طور پر نوجوان نسل بعض دفعہ متاثر ہو جاتی ہے۔ اسلئے میں نوجوان نسل سے کہتا ہوں کہ یہ دجال کی ایک چال ہے کہ آہستہ آہستہ مسلمان عورتوں کو ان کا ہمدرد بن کر اسلام سے اتنا دور لے جاؤ کہ اسلام کی آئندہ نسل ان سوچوں کی حامل ہو جائے جو اسلام سے دور لیجانے والی ہیں اور اسطرح وہ اپنا مقصد حاصل کرلیں۔تو احمدی عورت کو ہمیشہ ان سوچوں سے بچنا چاہیے اور دنیا کو بتا دینا چاہیے کہ تم جو کہہ رہے ہو وہ غلط ہے۔ اسلام نے تو عورت کو جو تحفظ دیا ہے اور کوئی مذہب اتنا تحفظ نہیں دیتا۔اور ہمیں اس زمانہ میں جس طرح کھول کر حضرت مسیح موعودؑ نے بتا دیا ہے اس کے بعد تو یہ ممکن ہی نہیں رہتا کہ کوئی احمدی عورت کسی دجالی چال یا کسی فتنہ میں آئے۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

''عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی۔مختصر الفاظ میں فرمادیا اللہ تعالیٰ نے کہ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ کہ جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر ہیں۔بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بیچاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں۔گالیاں دیتے ہیں، حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پردہ کا حکم ایسے ناجائز طریق پر برتتے ہیں کہ ان کو زندہ درگور کر دیتے ہیں۔چاہئے کہ بیویوں سے خاوندوں کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔انسان کے اخلاقِ فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورت ہوتی ہے۔اگر انہی سے اس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ۔تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنے اہل کیلئے اچھا ہے۔''

تو دیکھیں کتنی وضاحت سے آپ نے فرمایا کہ حقوق کے لحاظ سے دونوں کے حقوق ایک جیسے ہیں۔اس لئے مرد یہ کہہ کر کہ میں قوّام ہوں اس لئے میرے حقوق بھی زیادہ ہیں زیادہ حقوق کا حقدار نہیں بن جاتا۔جس طرح عورت مرد کے تمام فرائض ادا کرنے کی ذمہ دار ہے اسی طرح مرد بھی عورت کے تمام فرائض ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔فرمایا کہ ہمارے ہاں جو یہ محاورہ ہے کہ عورت پاؤں کی جوتی ہے یہ انتہائی گھٹیا سوچ ہے۔غلط محاورہ ہے۔اس محاورہ کا مطلب یہ ہے کہ جب عورت سے دل بھر گیا، دوسری پسند آگئی تو اس سے شادی کرلی۔اسے چھوڑ دیا اور پہلی بیوی کے جذبات اور احساسات کا کچھ خیال ہی نہ رکھا گیا۔تو یہ انتہائی گھٹیا حرکت ہے۔

عورت کوئی بے جان چیز نہیں ہے بلکہ جذبات، احساسات رکھنے والی ایک ہستی ہے۔مردوں کو یہ سمجھایا ہے کہ ایک عرصہ تک تمہارے گھر میں سکون کا باعث بنی۔ تمہارے بچوں کی ماں ہے، ان کی خاطر تکلیفیں برداشت کرتی رہی۔اب اس کو تم ذلیل سمجھو اور گھٹیا سلوک کرو۔بہانے بنا بنا کر اسکی زندگی اجیرن کرنے کی کوشش کرو تو یہ بالکل ناجائز چیز ہے۔یا پھر پردے کے نام پر باہر نکلنے پر ناجائز پابندیاں لگا دو۔اگر کوئی مسجد میں جماعت کے کام سے آتی ہے تو الزام لگا دو کہ تم (وہاں) نہیں کہیں اور جا رہی ہو۔تو یہ انتہائی، ایسی گھٹیا حرکتیں ہیں جن سے روکا گیا ہے مردوں کو۔فرمایا کہ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ عورت سے اس طرح تمہارا سلوک ہو کہ دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔جس طرح دو حقیقی دوست ایک دوسرے کیلئے قربانیاں کرنے کیلئے تیار ہوتے ہیں اس طرح تعلق رکھنا چاہیے مرد اور عورت کو، کیونکہ جس بندھن کے تحت عورت اور مرد ایک بندھن میں بندھے ہیں وہ ایک زندگی بھر کا معاہدہ ہے اور معاہدہ کی پاسداری بھی اسلام کا بنیادی حکم ہے۔اور معاہدوں کو پورا کرنے والے ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ٹھہرتے ہیں۔اور کیونکہ ایسا بندھن ہے جس میں ایک دوسرے کے راز دار بھی ہوتے ہیں فرمایا کہ اس لئے مرد کی بہت سی باتوں کی عورت گواہ ہوتی ہے کہ اس میں کیا کیا نیکیاں ہیں، کیا خوبیاں ہیں، کیا برائیاں ہیں۔اس کے اخلاق کا معیار کیا ہے۔تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرما رہے ہیں کہ اگر مرد عورت سے صحیح سلوک نہیں کرتا اور اس سے صلح صفائی سے نہیں رہتا، اس کے حقوق ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کیسے ادا کرے گا۔اسکی عبادت کس طرح کرے گا۔کس منہ سے اس سے رحم مانگے گا (خدا سے) جب کے وہ خود اپنی بیوی پر ظلم کرنے والا ہو رہا ہے۔اسلئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے وہی اچھا ہے جو اپنے اہل سے، اپنی بیوی سے اچھا ہے۔تو دیکھیں یہ ہے عورت کا تحفظ جو اسلام نے کیا ہے۔اب کونسا مذہب ہے جو اس طرح تحفظ دے رہا ہو عورت کو۔اس کے حقوق کا اس طرح خیال رکھتا ہو۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○

(النّساء: 20)

کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! یہ تمہارے لئے جائز نہیں کہ زبردستی کرتے ہوئے عورتوں کا ورثہ لو اور ان کو اس غرض سے تنگ نہ کرو کہ انہیں جو کچھ بھی دے بیٹھے ہو اس میں سے کچھ لے بھاگو سوائے اس کے کہ وہ کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوئی ہوں۔ اور ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو اور اگر تم انہیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بھلائی رکھ دے۔

تو فرمایا کہ اے مومنو! جو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہمیں اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان ہے اور اس کے رسول پر بھی ایمان ہے تو اس ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جو حکم تمہیں اللہ اور اس کے رسول نے دیئے ہیں ان پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ عورتوں سے حسنِ سلوک کرو۔ جن کو تم دوسرے گھروں سے بیاہ کر لائے ہو۔ ان کے عزیز رشتہ داروں سے، ماں باپ، بہن بھائی سے جدا کیا ہے ان کو بلاوجہ تنگ نہ کرو۔ ان کے حقوق ادا کرو اور حقوق ادا نہ کرنے کے بہانے تلاش نہ کرو۔ الزام تراشیاں نہ کرو۔ اس کوشش میں نہ لگے رہو کہ اگر عورت کے پاس دولت ہے تو وہ کس طرح اس کی دولت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ تو اس سے فائدہ اٹھانے کے بھی کئی طریقے ہیں۔ ایک تو ظاہری دولت ہے جو نظر آ رہی ہے۔ بعض مرد عورتوں کو اتنا تنگ کرتے ہیں کہ ان کو کوئی بیماری ہی لگ جاتی ہے جس سے اسے کوئی ہوش ہی نہیں رہتا اور پھر اس عورت کی دولت سے مرد فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ پھر بعض دفعہ جب میاں بیوی کی نہیں بنتی تو اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ عورت جو ہے وہ خلع لے لے تا کہ مرد کو طلاق نہ دینی پڑے، تا کہ حق مہر نہ دینا پڑے۔ تو یہ بھی مالی فائدہ اٹھانے کی ایک قسم ہے۔ پھر بیچاری عورتوں کو ایک لمبا عرصہ تنگ کرتے رہتے ہیں، حالانکہ حق مہر عورتوں کا حق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ حرکت کسی طور پر جائز نہیں ہے۔ پھر بعض دفعہ زبردستی یا دھوکہ سے عورت کی جائداد لے لیتے ہیں۔ مثلاً عورت کی رقم سے مکان خریدا اور کسی طرح بیوی کو قائل کر لیا کہ میرے نام کر دو یا کچھ حصہ میرے نام کر دو، آدھے حصہ کے مالک بن گئے۔ اور اس کے بعد پھر جب ملکیت مل جاتی ہے تو ظلم کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر یہ ہوتا ہے بعض دفعہ مکان کا وہ حصہ لے لیتے ہیں علیحدہ ہو کر یا بعض دفعہ لوگ گھر بیٹھے رہتے ہیں اور عورت کی کمائی پر گزارہ کر رہے ہوتے ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ تمام اس قسم کے مرد ہیں۔ جو اس قسم کے کام کرنے والے مرد ہیں وہ ناجائز کام کرنے والے لوگ ہیں اور بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ خاوند فوت ہو جائے تو اس کے رشتہ دار یا سسرال والے جائیداد پر قبضہ کر لیتے ہیں اور بیچاری عورت کو کچھ بھی نہیں ملتا، اور اسے دھکے دے کر ماں باپ کے گھروں میں بھیج دیا جاتا ہے۔ تو یہ سب ظالمانہ فعل ہیں، ناجائز ہیں۔ تو یہ ہے اسلام، ہمیں بتا رہا ہے کہ عورت سے اس قسم کا سلوک نہ کرو۔ اب یہ بتائیں کہ کس مذہب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس نے اس گہرائی میں جا کر عورت کے حقوق کا خیال رکھا ہو۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے عورت کو یہ حقوق دلوائے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ''بیوی اسیر کی طرح ہے، اگر یہ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ پر عمل نہ کرے تو وہ ایسا قیدی ہے جس کی کوئی خبر لینے والا نہیں۔ غرض ان سب کی غور و پرداخت میں اپنے آپ کو بالکل الگ سمجھے اور ان کی پرورش محض رحم کے لحاظ سے کرے نہ کہ جانشین بنانے کے لئے بلکہ وَ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا کا لحاظ ہو۔'' تو فرمایا کہ بیویوں سے حسنِ سلوک کرو کیونکہ جب وہ اپنا گھر چھوڑ کر تمہارے گھر آتی ہیں تو ان سے نرمی اور حسنِ سلوک کا معاملہ ہونا چاہیے اور تقویٰ کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ ایک لڑکی جب اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑ کر خاوند کے گھر آتی ہے تو اگر اس سے حسنِ سلوک نہ ہو تو اسکی اس گھر میں، سسرال کے گھر میں (اگر joint family system ہے) وہ حالت ہو رہی ہوتی ہے جو کسی قیدی کی ہوتی ہے۔ اور قیدی بھی ایسا جس کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا لڑکی نہ خود ماں باپ کو بتاتی ہے نہ ماں باپ پوچھتے ہیں کہ بچی کا گھر خراب نہ ہو۔ تو اگر لڑکی اس طرح گھٹ رہی ہو، اس طرح گھٹ گھٹ کر مر رہی ہو تو یہ ظالمانہ فعل ہے۔ یہ ایک اور تحفظ ہمیں دیا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ پھر یہ مت سمجھو کہ عورتیں ایسی چیز ہیں کہ انہیں نہایت ذلیل اور حقیر قرار دیا جائے۔ یہ نہیں۔ ہمارے ہادیٔ کامل رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ۔ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہو۔ بیوی کے ساتھ جس کی چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں تو وہ نیک کہاں۔ دوسروں کے ساتھ بھلائی تب کر سکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو اور عمدہ معاشرت رکھتا ہو، نہ یہ کہ ہر اک ادنیٰ بات پر زدو کوب کرے۔ ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ ایک غصہ سے بھرا ہوا انسان بیوی کو ایک ادنیٰ سی بات پر مارتا ہے اور کسی نازک مقام پر چوٹ لگتی ہے اور بیوی مر گئی۔ اسلئے ان کے واسطہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ ہاں اگر وہ بے جا کام کریں تو تنبیہ ضروری چیز ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ بیوی کے دل میں یہ بات جمادے کہ وہ کوئی ایسا کام جو دین کے خلاف ہو کبھی بھی پسند نہیں کر سکتا اور ساتھ ہی وہ ایسا جابر اور ستم شعار نہیں

کہ اس کی غلطی پر چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ ایک جگہ آپ نے فرمایا ہے کہ دل دکھانا بڑے گناہ کی بات ہے اور لڑکیوں کے تعلقات بڑے نازک ہوا کرتے ہیں جب والدین ان کو اپنے سے جدا اور دوسرے گھر والوں کے حوالے کرتے ہیں۔ تو جہاں مردوں کو سختی کی اجازت ہے وہ تنبیہ کی اجازت ہے۔ مارنے کی تو، سوائے خاص معاملات کے، اجازت ہے ہی نہیں۔ وہاں بھی صرف دین کے معاملات میں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے کے معاملات میں اجازت ہے۔ مگر جو مرد خود نماز نہیں پڑھ رہا، خود دین کے احکامات کی پابندی نہیں کر رہا وہ عورت کو کچھ کہنے کا کیا حق رکھتا ہے۔

ایک صحابی کے بیوی کے ساتھ سختی سے پیش آنے اور اُن سے حسنِ سلوک نہ کرنے پر حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا (بیویوں سے حسنِ سلوک کا حکم فرمایا اور فرمایا) کہ یہ طریق اچھا نہیں اس سے روک دیا جائے مسلمانوں کے لیڈر عبدالکریم کو۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس الہام میں تمام جماعت کیلئے تعلیم ہے کہ اپنی بیویوں سے رفق اور نرمی سے پیش آویں۔ وہ ان کی کنیزیں نہیں ہیں۔ پس نکاح مرد اور عورت کے درمیان ایک معاہدہ ہے، پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدوں میں دغا باز نہ ٹھہرو۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، یعنی اپنے بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اور حدیث میں ہے خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ۔ یعنی تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے۔ سو روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو۔ انکے لئے دعا کرتے رہو اور طلاق سے پرہیز کرو۔ کیونکہ نہایت بد خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے۔ جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو ایک گندے برتن کی طرح جلد مت توڑو۔ تو دیکھیں اس زمانہ میں بھی حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے حقوق ادا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمادیا۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں ''اصل میں تو مرد کو عورت کا نوکر بنادیا ایک طرح سے''۔ آج پڑھی لکھی دنیا کا کوئی قانون بھی اس طرح حق نہیں دلواتا عورت کو۔

پھر بعض دفعہ شادی کے بعد میاں بیوی کی نہیں بنتی آپس میں۔ طبیعتیں نہیں ملتیں یا اور کچھ وجوہات پیدا ہو جاتی ہیں تو اسلام نے بھی دونوں کو ایسی صورت میں علیحدگی کا حق دیا ہے۔ اور یہ حق مردوں کو طلاق کی صورت میں ہے اور عورتوں کو خلع کی صورت میں ہے بعض شرائط کی پابندی کے ساتھ۔ اور مردوں کو یہ بھی حکم ہے کہ اپنے اس حق کو استعمال کرتے ہوئے عورتوں پر زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ اگر اس طرح زیادتی کرو گے تو یہ ظلم ہوگا اور پھر ظلم کی سزا بھی تمہیں ملے گی۔ ایک دوسری آیت میں وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ کی تشریح میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''اس کا مطلب ہے کہ اگر طلاق دینے پر پختہ ارادہ کر لیں تو پھر یاد رکھیں کہ خدا سننے والا اور جاننے والا بھی ہے۔ اگلا اس کا مطلب ہے۔ یعنی اگر وہ عورت جس کو طلاق دی گئی خدا کے علم میں مظلوم ہو اور پھر وہ بد دعا کرے (یعنی وہ عورت بد دعا کرے) تو خدا اُس کی یہ دعا سن لے گا''۔

تو یہاں تک مردوں کو ڈرایا ہے۔ تو دیکھیں آپ کے حقوق قائم کرنے کیلئے کس طرح مردوں کو انذار ہے۔ پھر ایک اعتراض اسلام پر یہ کیا جاتا ہے اور اسی اعتراض کو لے کر عورتوں کے دلوں میں یہ احساس پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ دیکھو تمہارے جذبات کی کوئی قدر نہیں، تمہیں تو گھر کے اندر بند کر کے رکھا ہوا ہے اسلام نے اور مرد کو کھلی چھٹی ہے کہ وہ جو چاہے کرے حتیٰ کہ اگر اس کی خواہش ہو کہ وہ ایک سے زیادہ شادیاں کرلے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ اول تو یہ دجالی اعتراضات ہیں۔ بغیر سیاق وسباق کے ان کو پیش کیا جاتا ہے اور پتا ہے کہ یہ عورت کی کمزوری کی بات ہے اسلئے اس کو انگیخت کیا جائے۔ اس کو ابھار کر فائدہ اٹھایا جائے عورت کے جذبات سے۔ ان اعتراض کرنے والوں سے کوئی پوچھے کہ تم جو ایک شادی پر اکتفاء کرنے کو اچھا سمجھتے ہو کیا تمہیں یقین ہے (یہاں کی عورتوں سے بھی پوچھ لیں) کہ تمہارے خاوند بعض برائیوں میں مبتلاء نہیں ہیں۔ اکثریت کا جواب یہی ملے گا کہ ہمیں اپنے خاوندوں پر تسلی نہیں ہے۔ اور ان مغربی معاشروں میں جہاں طلاقوں کی شرح انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے اس میں سے ایک بہت بڑی اکثریت جو ہے وہ اسی بے اعتمادی کی وجہ سے طلاقیں لیتی ہے۔ عورت مرد سے شکوہ کرتی ہے، شاکی ہے۔ اور پھر اس شک کی وجہ سے بعض اوقات خود بھی بعض برائیوں اور فضولیات میں پڑ جاتی ہیں۔ تو اسلام نے جو چار شادیوں تک کی اجازت دی ہے وہ بعض شرائط کے ساتھ دی ہے۔ ہر ایک کو کھلی چھٹی نہیں ہے کہ وہ شادی کرتا پھرے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تم تقویٰ پر قائم ہو۔ اپنا جائزہ لو کہ تم جس وجہ سے شادی کرنا چاہتے ہو وہ جائز ضرورت بھی ہے۔ پھر یہ بھی دیکھ لو کہ تم شادی کر کے بیویوں کے درمیان میں انصاف کر سکو گے یا نہیں۔ اور اگر نہیں تو تمہیں شادی کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اگر تم پہلی بیوی کے حقوق اور ذمہ داریاں ادا نہیں کر سکتے تو دوسری شادی کی فکر میں ہو تو پھر تمہیں دوسری شادی کا کوئی حق نہیں

ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ یہ حقوق اس قسم کے ہیں کہ اگر انسان کو پورے طور پر معلوم ہو تو بجائے بیاہ کے وہ ہمیشہ رنڈوا رہنا پسند کرے۔ خدا تعالیٰ کی تحدید کے نیچے رہ کر جو شخص زندگی بسر کرتا ہے وہی ان کی بجا آوری کا دم بھر سکتا ہے۔ ایسی لذات کی نسبت جن سے خدا تعالیٰ کا تازیانہ ہمیشہ سر پر رہے تلخ زندگی بسر کر لینی ہزار ہا درجہ بہتر ہے۔ تعددِ ازدواج کی نسبت اگر ہم تعلیم دیتے ہیں تو صرف اسلئے کہ معصیت میں پڑنے سے انسان بچا رہے اور شریعت نے اسے بطور علاج کے ہی رکھا ہے۔ یعنی اگر یہ احساس ہو کہ ان حقوق کو ادا نہ کرنے سے جو اللہ تعالیٰ نے عورت کے حقوق فرمائے ہیں مرد کو کتنی شدید پکڑ میں اللہ تعالیٰ لا سکتا ہے۔ تو فرمایا کہ اگر یہ علم ہو مردوں کو تو وہ شائد یہ بھی پسند نہ کریں کہ ایک شادی بھی کریں۔ ایک شادی بھی ان کیلئے مشکل ہو جائے کیونکہ پتا نہیں کس وجہ سے، کونسا حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے عورت کا، اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے نیچے وہ آجائیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لے لیں۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ پہلی بیوی کی رعایت اور دلداری یہاں تک کرنی چاہیے کہ اگر کوئی ضرورت مرد کو ازدواجِ ثانی کی محسوس ہو لیکن وہ دیکھتا ہے کہ دوسری بیوی کے کرنے سے اسکی پہلی بیوی کو سخت صدمہ ہوتا ہے اور حد درجہ کی اس کی دل شکنی ہوتی ہے تو اگر وہ صبر کر سکے اور کسی معصیت میں مبتلاء نہ ہو، یعنی کسی گناہ میں مبتلاء نہ ہو اور نہ کسی شرعی ضرورت کا اس سے خون ہوتا ہو تو ایسی صورت میں اگر اپنی ضرورتوں کی قربانی، سابقہ بیوی کی دلداری کیلئے کر دے اور ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اسے مناسب ہے کہ دوسری شادی نہ کرے۔ تو فرمایا کہ یہ شادیاں صرف شادیوں کے شوق میں نہ کرو۔ بعض مردوں کو شوق ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو بھی جواب دے دیا جو کہتے ہیں کہ اسلام ہمیں چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے۔ فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ جو تمہاری پہلی بیوی ہے اس کے جذبات کی خاطر اگر صبر کر سکتے ہو تو کرو۔ ہاں اگر کوئی شرعی ضرورت ہے تو (شادی) کرو۔ ایسے حالات میں عام طور پر پہلی بیویاں بھی اجازت دے دیا کرتی ہیں۔ تو بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ پہلی بیوی کے جذبات کی خاطر مرد کو قربانی دینی چاہیے اور سوائے اشد ضرورت کہ شوقیہ شادی نہیں کرنی چاہیے۔ فرمایا کہ ہمیں جو کچھ خدا تعالیٰ سے معلوم ہوا ہے وہ بلا کسی رعایت کے بیان کرتے ہیں۔ قرآنِ شریف کا منشاء زیادہ بیویوں کی اجازت سے یہ ہے کہ تم کو اپنے نفوس کو تقویٰ پر قائم رکھنے اور دوسرے اغراض مثلاً اولادِ صالحہ کے حاصل کرنے اور خویش و اقارب کی نگہداشت اور ان کے حقوق کی بجا آوری سے ثواب حاصل ہو۔ اور اپنی اغراض کے لحاظ سے اختیار دیا گیا ہے کہ ایک، دو، تین، چار عورتوں تک نکاح کر لو۔ لیکن اگر ان میں عدل نہ کر سکو تو پھر یہ فسق ہوگا اور بجائے ثواب کے عذاب حاصل کرو گے کہ ایک گناہ سے نفرت کی وجہ سے دوسرے گناہوں پر آمادہ ہوئے۔ فرمایا ''دل دکھانا بڑا گناہ ہے اور لڑکیوں کے تعلقات بڑے نازک ہوتے ہیں۔ جب والدین ان کو اپنے سے جدا اور دوسرے کے حوالے کرتے ہیں تو خیال کرو کہ کیا امیدیں ان کے دلوں میں ہوتی ہیں جن کا اندازہ انسان عَاشِرُوھُنَّ بِالْمَعْرُوف کے حکم سے ہی کر سکتا ہے''۔ فرمایا ''خدا تعالیٰ کے قانون کو اس کے منشاء کے برخلاف ہر گز نہ برتنا چاہیے۔ اور نہ اس سے ایسا فائدہ اٹھانا چاہیے جس سے وہ صرف نفسانی جذبات کی ایک سپر بن جاوے۔ یاد رکھو کہ ایسا کرنا معصیت ہے۔ خدا تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ شہوات کو تم پر غلبہ نہ ہو بلکہ تمہاری غرض میں تقویٰ ہو'' تو یہ ہے اسلام کی خوبصورت تعلیم کہ مرد کی فطرت کے تقاضہ کو بھی ملحوظ رکھا ہے مگر ساتھ ہی عورت کو بھی تحفظ دیا ہے۔ اور فرمایا کہ تم مومن ہو تو تمہارے گھریلو معاملات میں، تمہارے ذاتی معاملات میں، ہمیشہ تمہیں تقویٰ مدِ نظر رہنا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ مخالفوں کی طرف سے یہ اعتراض ہوا کرتا ہے کہ تعددِ ازدواج میں یہ ظلم ہے کہ اعتدال نہیں رہتا۔ اعتدال اسی میں ہے کہ ایک مرد کیلئے ایک ہی بیوی ہو مگر مجھے تعجب ہے کہ وہ دوسروں کے حالات میں کیوں خوامخواہ مداخلت کرتے ہیں۔ جب کہ یہ مسئلہ اسلام میں شارع متعارف ہے کہ چار تک بیویاں کرنا جائز ہے مگر جبر کسی پر نہیں۔ اور ہر ایک مرد اور عورت کو اس مسئلہ کا بخوبی علم ہے تو یہ ان عورتوں کا حق ہے کہ جب کسی مسلمان سے نکاح کرنا چاہیں تو اول شرط کرا لیں کہ ان کا خاوند کسی حالت میں دوسری بیوی نہیں کرے گا۔ اور نکاح سے پہلے ایسی شرط لکھی جائے تو بیشک ایسی بیوی کا خاوند اگر دوسری بیوی کرے تو جرم نقضِ عہد کا مرتکب ہوگا۔ یعنی کہ عہد کو توڑنے کے جرم کا مرتکب ہوگا لیکن اگر کوئی عورت ایسی شرط نہ لکھائے اور حکمِ شرع پر راضی ہو جائے تو اس حالت میں دوسرے کا دخل دینا بے جا ہوگا۔ اس جگہ فرمایا کہ یہی مثال صادق آتی ہے کہ میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی۔ تو اللہ تعالیٰ نے تعددِ ازدواج فرض یا واجب نہیں کیا، خدا کے حکم کی رُو سے صرف جائز ہے۔ پس اگر کوئی مرد اپنی کسی جائز ضرورت کی بنا پر اس جائز حکم سے فائدہ اٹھانا چاہے جو خدا کے جاری کردہ قانون کی رو سے ہے اور اسکی پہلی بیوی اس پر راضی نہ ہو تو اس بیوی کیلئے یہ راہ کشادہ ہے کہ وہ طلاق لے لے اور اس غم سے نجات پاوے۔ اگر دوسری عورت جس سے نکاح

کرنے کا ارادہ ہے اس نکاح پر راضی نہ ہو تو اس کیلئے بھی سہل طریق ہے کہ درخواست کرنے والے کو انکاری جواب دیدے۔ تو غیر جو اسلام پر، چار شادیوں پر اعتراض کرتے ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک کو پتہ ہے کہ چار تک شادیاں کر سکتے ہیں جو بھی مسلمان ہیں۔ مردوں کو بھی پتا ہے، عورتوں کو بھی پتا ہے۔ قرآن کی تعلیم ہے۔ اور اس علم کے باوجود شادیاں ہوتی ہیں۔ لیکن فرمایا کہ چار تک شادیاں کر سکتا ہے بشرطیکہ ضرورت جائز ہو۔ حق ادا کر سکتا ہو۔ تو پھر جب معاہدہ کرنے والوں کے علم میں ہے تو دوسروں کو دخل اندازی کی کیا ضرورت پڑی ہے۔ ان لوگوں کو اپنے گھروں کی فکر کرنی چاہیے جہاں غلط کاموں میں ملوث ہو کر اپنے گھروں کو برباد کر رہے ہوتے ہیں یہ لوگ۔ بہرحال اس تحریر میں بھی دیکھ لیں کہ ہر قدم پر عورت کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے۔ غرض اگر آنکھوں پر پردے نہ پڑے ہوں تو یہ اعتراض ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ کیوں اجازت دی گئی۔ جیسا کہ میں پہلے بھی ذکر کر آیا ہوں کہ عورت کے دماغ میں، ایک مسلمان عورت کے دماغ میں، مغربی تہذیب کے علم بردار جو ہیں (جن میں خود بھی بے انتہا کمزوریاں ہیں اور بعض کا میں نے اشارۃً ذکر بھی کیا ہے) یہ بات ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مرد کو اسلام نے عورت پر فوقیت دی ہے اور اسطرح اسلام مرد کو یہ حق دیتا ہے کہ جسطرح چاہے وہ عورت کے ساتھ سلوک کرے اور عورت کا کام ہے کہ صرف فرمانبرداری کرتی رہے اور مرد کے سامنے اونچی آواز نہ کرے۔ تو یہ سب کچھ گمراہ کن propaganda ہے جو اسلام کے خلاف کیا جاتا ہے۔ آپ لوگوں کو، خاص طور پر نوجوان نسل کو، اس کے متعلق اسلام کا حسین موقف لوگوں کو پیش کرنا چاہیے اور خود بھی اس قسم کی پریشانیوں میں مبتلاء ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو معترضین یہ اعتراض قرآنِ کریم کی اس آیت پر کرتے ہیں کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ یعنی مردوں کو عورتوں پر حَکَم بنایا گیا ہے اور پھر یہ کہ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ کہ مردوں کو ہر پہلو سے فضیلت دی گئی ہے۔ اس کی مختلف مفسرین نے تفسیریں کی ہیں لیکن ایک بہت خوبصورت تفسیر جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے کی ہے وہ میں بیان کرتا ہوں۔ فرمایا کہ سب سے پہلے تو لفظ قوّام کو دیکھتے ہیں۔ قوّام کہتے ہیں ایسی ذات کو جو اصلاحِ احوال کرنے والی ہو۔ جو درست کرنے والی ہو۔ جو ٹیڑھے پن اور کجی کو صاف اور سیدھا کرنے والی ہو۔ چنانچہ قوّام اصلاحِ معاشرہ کیلئے ذمہ دار شخص کو کہا جائے گا۔ پس قوّامون کا حقیقی معنی یہ ہے کہ عورتوں کی اصلاحِ معاشرہ کی اوّل ذمہ داری مرد پر ہوتی ہے۔ اگر عورتوں کا معاشرہ بگڑنا شروع ہو جائے، ان میں کج روی پیدا ہو جائے۔ ان میں ایسی آزادیوں کی رَو چل پڑے جو عائلی نظام کو تباہ کرنے والی ہو یعنی گھریلو نظام کو تباہ کرنے والی ہو۔ میاں بیوی کے تعلقات کو خراب کرنے والی ہو تو عورت کو دوش دینے سے پہلے مرد اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کو نگران مقرر فرمایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے اپنی بعض ذمہ داریاں ادا نہیں کیں۔ اور بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ میں جو خدا تعالیٰ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر خلقی تخلیق میں کچھ فضیلتیں ایسی رکھی ہیں جو دوسری تخلیق میں نہیں ہیں اور بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ قوّام کے لحاظ سے مرد کی ایک فضیلت کا اس میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ ہرگز یہ مراد نہیں کہ مرد کو ہر پہلو سے عورت پر فضیلت حاصل ہے۔ تو اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ کہہ کر مردوں کو توجہ دلائی گئی ہے کہ تمہیں جو اللہ تعالیٰ نے معاشرہ کی بھلائی کا کام سپرد کیا ہے تم نے اس فرض کو صحیح طور پر ادا نہیں کیا۔ اس لئے اگر عورتوں میں برائیاں پیدا ہوئی ہیں تو تمہاری نااہلی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ پھر عورتیں بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ اس مغربی معاشرہ میں بھی اس بات کو تسلیم کیا جاتا ہے، یہاں پر ان عورتوں میں بھی، کہ عورت کو صنفِ نازک کہا جاتا ہے۔ تو خود تو کہہ دیتے ہیں کہ عورتیں نازک ہیں۔ عورتیں خود بھی تسلیم کرتی ہیں کہ ان کے بعض اعضاء جو ہیں وہ مردوں سے کمزور ہوتے ہیں، مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ کھیلوں میں عورتوں اور مردوں کی علیحدہ علیحدہ ٹیمیں بنائی جاتی ہیں اس معاشرہ میں بھی۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ میں تخلیق کرنے والا ہوں اور مجھے پتہ ہے کہ میں نے کیا بناوٹ بنائی ہوئی ہے مرد اور عورت کی اور اس فرق کی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ مرد کو عورت پر فضیلت ہے تو تمہیں اعتراض ہو جاتا ہے کہ دیکھو جی اسلام نے مرد کو عورت پر فضیلت دیدی ہے۔ عورتوں کو تو خوش ہونا چاہیے کہ یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے مرد پر زیادہ ذمہ داری ڈال دی ہے۔ اس لحاظ سے بھی کہ اگر گھریلو معاملات میں عورت اور مرد کی چھوٹی چھوٹی چپقلشیں ہو جاتی ہیں، ناچاقیاں ہو جاتی ہیں تو مرد کو کہا ہے کہ کیونکہ تمہارے قویٰ مضبوط ہیں، تم قوّام ہو، تمہارے اعصاب مضبوط ہیں اسلئے تم زیادہ حوصلہ دکھاؤ اور معاملہ کو حوصلہ سے اسطرح حل کرو کہ یہ ناچاقی بڑھتے بڑھتے کسی بڑی لڑائی تک نہ پہنچ جائے اور پھر طلاقوں اور عدالتوں تک نوبت نہ آجائے۔ پھر گھر کے اخراجات کی ذمہ داری بھی مرد پر ڈالی گئی ہے اسی وجہ سے۔ پھر یہ اعتراض کہ مرد کو اجازت ہے کہ عورت کو مارے۔ تو یہ اجازت عام نہیں ہے، خاص حالات میں ہے۔ جب عورتوں کا باغیانہ رویہ دیکھو تو پھر سزا دینے کا حکم ہے مگر

اصلاح کی خاطر۔ پہلے زبانی سمجھاؤ پھر علیحدگی اختیار کرو۔ پھر اگر باز نہ آئے اور تمہاری بدنامی کا باعث بنی رہے تو پھر سختی کی بھی اجازت ہے مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایسی مار نہ ہو کہ جسم پر نشان پڑ جائیں یا کوئی زیادہ چوٹ آئے۔ مغضوب الغضب ہو کر نہیں مارنا بلکہ اصلاح کی غرض سے اگر تھوڑی سی سختی کرنی پڑے تو کرنی ہے۔ اب عورتیں خود سوچ لیں جو اس حد تک جانے والی عورت ہو، اپنے فرائض ادا نہ کرنے والی ہو، اپنی بری صحبت سے بچوں پر بھی برا اثر ڈال رہی ہو اور ان میں بھی بے چینی پیدا کر رہی ہو تو اس کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس وجہ سے تو، بچوں کی، آپ کی نسل بھی برباد ہو رہی ہوگی اور معاشرہ میں بد نامی بھی ہو رہی ہوگی۔ لیکن ساتھ یہ حکم بھی دے دیا ہے کہ جو عورتیں اپنی اصلاح کر لیں تو پھر بہانے تلاش کر کے سختی کرنے کی کوشش نہ کرو ان پر۔ اسی طرح جو عورتیں نیک ہیں، فرمانبردار ہیں، تمہارے گھروں کی صحیح طور پر حفاظت کرنے والیاں ہیں، تمہارے مال کو احتیاط سے خرچ کرنے والیاں ہیں۔ اس رقم میں سے جو تم ان کو گھر کے اخراجات کیلئے دیتے ہو، گھر کے خرچ کیلئے دیتے ہو، کچھ بچا کر پس انداز کر کے تمہارے گھر کی بہتری کے سامان پیدا کرنے والیاں ہیں۔ تمہارے بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت کرنے والیاں ہیں، ان کو (بچوں کو) معاشرہ کا بہترین وجود بنانے والیاں ہیں۔ ان کا تو ہر طرح سے خیال رکھنا چاہیے مردوں کو۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سختیاں نہیں کرنی چاہئیں۔ اور یہ سمجھتے ہوئے کہ مجھے اس پر فضیلت ہے اسلئے جو مرضی کروں، اللہ تعالیٰ مردوں کو فرماتا ہے کہ اگر یہ سوچ ہے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی فضیلت ہے، اسلئے اس کی پکڑ سے بچنے کیلئے ہمیشہ انصاف کے تقاضے پورے کرو۔ اب اس کے بعد اور کیا دلیل رہ جاتی ہے کہ یہ کہا جائے کہ اسلام میں عورت کو حقیر سمجھا گیا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے کسی نے پوچھا ہم میں سے کسی پر بھی اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟ فرمایا جب خود کھاؤ اسے کھلاؤ، جب خود پہنو اسے بھی کپڑے پہناؤ، چہرے پر نہ مارو، اسے برا بھلا نہ کہو اور ناراضگی کے باعث اگر علیحدہ رہنا پڑے تو ایک گھر میں ہی رہو۔ یعنی جیسا کہ تفصیل سے ذکر آیا ہے پہلے بھی کہ اگر سختی کرنی پڑے تو اصلاح کی غرض سے سختی ہونی چاہیے نہ کہ بدلہ لینے کیلئے غصہ اور طیش میں آ کر۔ اور ان کے جذبات کے ساتھ ساتھ انکی ظاہری ضروریات کا بھی خیال رکھو۔ جو عورتیں اپنے گھروں کی حفاظت کرنے والیاں ہیں، اپنے خاوندوں کی وفادار اور اولاد کی صحیح تربیت کرنے والیاں ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کے رسول کیا فرماتے ہیں اسکی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے کہ:

اسماء بنت یزید انصاریہ سے روایت ہے کہ وہ آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں (اس وقت آنحضور ﷺ صحابہ کے بیچ میں تشریف فرما تھے) اور کہنے لگیں آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ میں آپ کے پاس مسلمان عورتوں کی نمائندہ بن کر آئی ہوں۔ میری جان آپ پر فدا ہو۔ شرق و غرب کی تمام عورتیں اس رائے سے اتفاق کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ مردوں اور عورتوں کیلئے بھیجا ہے۔ ہم آپ پر ایمان لائیں اور اس خدا پر بھی جس نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ ہم عورتیں گھر میں ہی قید اور محصور ہو کر رہ گئیں ہیں۔ ہم آپ مردوں کی خواہشات کی تکمیل کا سامان کرتی ہیں اور آپ کی اولاد سنبھالے پھرتی ہیں اور آپ مردوں کے گروہ کو جمعہ، نماز باجماعت، عیادتِ مریضاں، جنازوں وغیرہ پر جانا اور حج کرنے کے باعث ہم پر فضیلت حاصل ہے۔ اس سے بڑھ کر جہاد کرنا بھی ہے، تم میں سے جب کوئی حج کرنے، عمرہ کرنے یا جہاد کرنے چل پڑتا ہے تو ہم تمہارے اموال کی حفاظت کرتی ہیں۔ لباس کے لئے روئی کاتتی اور تمہاری اولاد کو پالتی ہیں۔ تو یا رسول اللہ پھر بھی ہم اجر میں مردوں کے ساتھ برابر کی شریک نہیں ہیں۔ آنحضور ﷺ نے اپنا رخِ مبارک صحابہ کی طرف پھیرا اور فرمایا کہ کیا تم نے دین کے معاملہ میں اپنے مسئلہ کو بیان کرنے میں اس عورت سے بہتر کسی اور کی بات سنی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں یہ ہرگز خیال نہ تھا کہ ایک عورت ایسی گہری سوچ رکھتی ہے۔ آنحضرت ﷺ اسکی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ اے عورت واپس جاؤ اور دوسری عورتوں، سب عورتوں کو بتا دو کہ کسی عورت کیلئے اچھی بیوی بننا، خاوند کی رضا جوئی اور اس کے موافق چلنا، مردوں کی ان تمام نیکیوں کے برابر ہے۔ وہ عورت واپس گئی اور خوشی سے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ اور اللہ اکبر کے الفاظ بلند کرتی گئی۔ تو فرمایا کہ جو اس طرح تعاون کرنے والی اور گھروں کو چلانے والیاں ہیں اور اچھی بیویاں ہیں تو ان کا اجر بھی ان کے عبادت گزار خاوندوں اور اللہ کی خاطر جہاد کرنے والے خاوندوں کے برابر ہی ہے۔ تو دیکھیں عورتوں کو گھر بیٹھے بٹھائے کتنے عظیم اجروں کی خوش خبری اللہ تعالیٰ دے رہا ہے، اللہ کا رسول دے رہا ہے۔ میں نے مختصراً چند باتیں بیان کی ہیں جن میں کچھ تحفظات جو اسلام عورت کو فراہم کرتا ہے اور کچھ حقوق جو عورت کے ہیں ان کا ذکر کیا ہے۔ اب میں اللہ تعالیٰ کا ایک حکم جو اصل میں عورت کو عورت کا وقار اور مقام بلند کرنے

کیلئے دیا گیا ہے اسکی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں اور پہلے بھی اس بارے میں توجہ دلا چکا ہوں لیکن بعض باتوں اور خطوط سے اظہار ہوتا ہے کہ شاید میں زیادہ سختی سے اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں یا میرا رجحان سختی کی طرف ہے۔ حالانکہ میں اتنی ہی بات کر رہا ہوں جتنی اللہ کے رسول اور حضرت مسیح موعودؑ نے حکم فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ پردہ کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ عورت کو قید میں ڈال دیا جائے لیکن ان باتوں کا خیال ضرور رکھنا چاہیئے جو پردہ کی شرائط ہیں۔ تو جس طرح معاشرہ آہستہ آہستہ بہک رہا ہے اور اکثر معاملات میں برے بھلے کی تمیز ہی ختم ہو گئی ہے اس کا تقاضا ہے کہ احمدی عورتیں اپنے نمونے قائم کریں اور معاشرہ کو بتائیں کہ پردے کا حکم بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمارا مقام بلند کرنے کیلئے دیا ہے نہ کہ کسی تنگی میں ڈالنے کیلئے۔ اور پردے کا حکم جہاں عورتوں کو دیا گیا ہے وہاں مردوں کو بھی ہے۔ ان کو بھی نصیحت ہے کہ تم بھی اس بات کا خیال رکھو کہ بلاوجہ عورتوں کو دیکھتے نہ رہو۔ جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ راستوں پر مجلسیں لگانے سے بچو۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہمیں راستوں پر مجلسیں لگانے کے سوا چارہ کوئی نہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر راستہ کا حق ادا کیا کرو۔ انہوں نے عرض کیا اس کا کیا حق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر آنے جانے والے کے سلام کا جواب دو، غض بصر کرو، راستہ دریافت کرنے والے کی راہنمائی کرو، معروف باتوں کا حکم دو اور ناپسندیدہ باتوں سے روکو۔ تو مردوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر بازار میں بیٹھے ہو تو پھر سلام کا جواب دو بلکہ سلام کرو، راستہ پوچھنے والوں کو راستہ بتاؤ، اچھی اور پسندیدہ باتوں کا حکم دو۔ تو یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ آپس کے تعلقات بڑھانے اور نیکیاں قائم کرنے والی ہیں اور ان کے ساتھ ہی غضِ بصر کو بھی رکھا یعنی یہ بھی ایک ایسا عمل ہے جس سے تمہارے معاشرہ میں پاکیزگی قائم ہوگی اور تمہیں نیکیاں کرنے کی مزید توفیق ملے گی۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ مومن کو نہیں چاہیئے کہ دریدہ دہن بنے یا اپنی آنکھوں کو بے محابا ہر طرف دوڑائے بلکہ **یغض ابصارھم** پر عمل کر کے نظر نیچی رکھنی چاہیئے اور بدنظری کے اسباب سے بچنا چاہیے۔ تو مومن کو تو یہ حکم ہے کہ نظریں نیچی کرو اور اس طرح عورتوں کو گھور گھور کر نہ دیکھو۔ یا جس سے کوئی واسطہ تعلق نہ ہو کوئی جواز نہیں ہے۔ لیکن عموماً معاشرہ میں عورت کو بھی ایسی کوشش کرنی چاہیئے کہ ایسے حالات پیدا نہ ہوں کہ اس کی طرف توجہ اس طرح پیدا ہو جو بعد میں دوستیوں تک پہنچ جائے تو اگر پردہ ہو گا تو وہ کافی مددگار ہو گا اس سلسلہ میں (آپ کو مدد ملے گی)۔ اور پردہ کرنے کے بھی اللہ تعالیٰ نے احکامات بتا دیے کہ کون کون سے رشتے ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے پردہ نہ کرنے کی اجازت دی ہے اور باقی سب سے پردہ کرنے کا حکم۔ فرمایا

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَمِنْهَاوَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۔ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّالِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْاٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۔ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O

(النور: 32)

اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں، اپنی زینت ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے کہ جو اس میں سے از خود ظاہر ہو، اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈال لیا کریں اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کیا کریں مگر اپنے خاوندوں کیلئے یا اپنے باپوں یا اپنے خاوندوں کے باپوں یا اپنے بیٹوں یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کیلئے، یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کیلئے، یا اپنی بہنوں کے بیٹوں یا اپنی عورتوں یا اپنے زیرنگرانی مردوں کیلئے یا مردوں میں سے ایسے خادموں کیلئے جو کوئی حاجت نہیں رکھتے یا ان بچوں کیلئے جو عورتوں کی پردہ دار جگہوں سے بے خبر ہیں۔ اور وہ اپنے پاؤں اس طرح زمین پر نہ ماریں کہ وہ ظاہر کر دیا جائے جو عورت اپنی زینت میں سے اکثر چھپاتی ہے اور اے مومنو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ تو پہلی بات تو یہ بتائی کہ جس طرح مردوں کو حکم ہے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اسی طرح عورتوں کو بھی یہی حکم ہے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔ آنکھوں میں حیا نظر آئے تاکہ کسی کو جرأت نہ ہو کہ کسی قسم کا کوئی غلط مطلب

لے سکے پھر باہر نکلتے وقت اسطرح اپنی چادر، برقعہ یا حجاب وغیرہ لو، ان کے سامنے کا کپڑا اِتنا لمبا ہو جو گریبانوں کو ڈھانپ لے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی تشریح کی ہے کہ قمیص کا جو چاک گریبان ہوتا ہے اس تک نیچے تک آنا چاہیئے۔ اور ہاتھ، پاؤں جن کا نظر آنا مجبوری ہے، وہ تو خیر کوئی بات نہیں وہ تو نظر آئیں گے بہر حال یہ ہے کہ تمہاری زینتیں ظاہر نہ ہوں۔ بعض عورتوں نے برقعوں کو بھی اتنا فیشن ایبل بنالیا ہے کہ برقعہ کا کوٹ اتنا تنگ ہوتا ہے کہ وہ ایک تنگ قمیص کے برابر ہی ہو جاتا ہے۔ پردہ کا اصل مقصد تو زینت چھپانا ہے نہ کہ فیشن کرنا' جو تنگ کوٹ سے پورا نہیں ہوسکتا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے تو فرمایا ہے کہ آج کل عربوں یا ترکوں میں جو رواج ہے بڑا اچھا ہے لیکن وہی کہ کوٹ کھلا ہونا چاہیئے۔ مختلف صورتیں بیان کرنے کے بعد فرمایا تھا۔ تو جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اکثریت ایسی خواتین کی ہے جو بعض طرح کے کوٹوں کو پسند نہیں کرتیں اور خط لکھتی رہتی ہیں اگر کسی کا دیکھ لیں تو۔ بہتوں نے ایک دفعہ سمجھانے کے بعد تبدیلیاں بھی کی ہیں مگر فکر اسلئے پیدا ہوتی ہے کہ بعض بچیاں اسکولوں، کالجوں میں جھینپ کر یا شرما کر اپنے برقعے اتار دیتی ہیں۔ وہ یاد رکھیں کسی قسم کے complex میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں ان پر عمل کرنے میں برکت ہے ۔ تیسری دنیا کے ایسے ممالک، افریقہ وغیرہ جو بہت پسماندہ ہیں وہاں تو جوں جوں تعلیم اور تربیت ہو رہی ہو اور وہ جماعت میں شامل ہو رہے ہیں، اپنے لباسوں کو ڈھکا ہوا بنا کر پردہ کی طرف آرہے ہیں۔ اور ان خاندانوں کی بعض بچیاں جہاں برقعہ کا رواج تھا، برقعہ اتار کر اگر جینز، بلاؤز پہننا شروع کر دیں تو انتہائی قابلِ فکر بات ہے۔ ہم تو دنیا کی تربیت کا دعویٰ لے کر اٹھے ہیں۔ اپنوں میں اسلامی روایات اور احکامات کی پابندی نہ کرنے والوں کو دیکھ کر انتہائی فکر مند ہو جانا چاہیئے۔ انتہائی دکھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کن کن لوگوں سے پردہ نہ کرنے کی اجازت دیتا ہے تو فرمایا خاوند، باپ، سسر یا خاوندوں کے بیٹے اگر دوسری شادی ہے، پہلے خاوند کی کوئی اولاد تھی تو۔ بھائی، بھتیجے، بھانجے یا اپنے ماحول کی عورتیں، جو پاک صاف، پاک دامن ہوں ، ان کے بارے میں تمہیں پتہ ہو کیونکہ ایسی عورتیں جو برائیوں میں مشہور ہیں ان کا بھی گھروں میں گھسنا یا ان سے بھی تعلقات بڑھانے کی اجازت نہیں ہے۔ ان کے علاوہ، یہ جو چند رشتے بتائے گئے ہیں، ان کے علاوہ ہر ایک سے پردہ کی ضرورت ہے، پھر یہ بھی فرما دیا کہ تمہاری چال بھی باوقار ہونی چاہیئے۔ ایسی نہ ہو جو خواہ مخواہ بدکردار کو اپنی طرف متوجہ کرنے والی ہو اور اس کو کوئی موقعہ ہو۔ اگر یہ عمل کرو گے، اسطرح عمل کرو گے، توبہ کی طرف توجہ کرو گے تاکہ خیالات بھی پاکیزہ رہیں تو اسی میں تمہاری کامیابی ہوگی، اسی میں تمہاری عزت ہوگی اور اسی میں تمہارا مقام بلند ہوگا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

''آج کل پردے پر حملے کئے جاتے ہیں لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ اسلامی پردہ سے مراد زندان نہیں یعنی قید خانہ نہیں بلکہ ایک قسم کی روک ہے کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ جب پردہ ہوگا تو ٹھوکر سے بچیں گے۔ ایک منصف مزاج شخص کہہ سکتا ہے کہ ایسے لوگوں میں جہاں غیر مرد و عورت بلاتعامل اور بے محابا مل سکیں، سیریں کریں، کیونکر جذباتِ نفس سے اضطراراً ٹھوکر نہ کھائیں گے۔ بسا اوقات سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسی قومیں غیر مرد اور غیر عورت کے ایک مکان میں تنہا رہنے کو (حالانکہ دروازہ بھی بند ہو) کوئی عیب نہیں سمجھتیں۔ یہ گویا تہذیب ہے۔ انہی بدنتائج کو روکنے کیلئے شارع اسلام نے وہ باتیں کرنے کی اجازت ہی نہ دی جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہو۔ ایسے موقعہ پر یہ کہہ دیا کہ جہاں اس طرح غیر محرم مرد و عورت ہر دو جمع ہوں تیسرا ان میں شیطان ہوتا ہے۔ ان ناپاک نتائج پر غور کرو جو یورپ اس تعلیم سے بھگت رہا ہے۔ یعنی کہ اتنی آزادی والی تعلیم سے بھگت رہا ہے جہاں کوئی شرم و حیا ہی نہیں رہی تو بعض جگہ بالکل قابلِ شرم طوائفانہ زندگی بسر کی جا رہی ہے۔ یہ انہی تعلیمات کا نتیجہ ہے اگر کسی چیز کو خیانت سے بچانا چاہتے ہو تو اسکی حفاظت کرو۔ لیکن اگر حفاظت نہ کرو اور یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس لوگ ہیں تو یاد رکھو کہ ضرور وہ چیز تباہ ہوگی''۔ اس خوش فہمی میں نہ پڑے رہو کہ معاشرہ ٹھیک ہے۔ ہمیں کوئی دیکھ نہیں رہا اس ماحول میں پردہ کی ضرورت نہیں کیونکہ ان لوگوں کو دیکھنے کی عادت نہیں۔ فرمایا کہ اگر یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس لوگ ہیں تو یاد رکھو ضرور وہ چیز تباہ ہوگی۔ اسلامی تعلیم کیسی پاکیزہ تعلیم ہے جس نے مرد و عورت کو الگ رکھ کر ٹھوکر سے بچایا اور انسان کی زندگی حرام اور تلخ نہیں کی جس کے باعث یورپ نے آئے دن کی خانہ جنگیاں اور خودکشیاں دیکھی ہیں۔ یہ بھی خودکشیوں کا یہاں جو اتنا high rate ہے اس کی بھی ایک یہی وجہ ہے۔ بعض شریف عورتوں کا طوائفانہ زندگی بسر کرنا ایک عملی نتیجہ اس اجازت کا ہے جو غیر عورت کو دیکھنے کیلئے دی گئی ہے۔ تو آج بھی دیکھ لیں کہ جس بات کی حضرت اقدس مسیح موعودؑ نشاندہی فرما رہے ہیں اسی وجہ سے (جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ آیا ہوں) بے اعتمادی پیدا ہوئی اور بے اعتمادی کی وجہ سے گھر اجڑتے ہیں اور طلاقیں ہوتی ہیں۔ یہاں جو ستر، اسی فیصد طلاقوں کی شرح ہے، ان مغربی ممالک میں، یہ آزاد معاشرہ کی وجہ ہی سے ہے۔ برائیوں کی

طرف لے جاتی ہیں یہ چیزیں اور پھر گھر اجڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر آپ فرماتے ہیں ''پردے کا اتنا تشدّد جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر بچہ رحم میں ہو تو کوئی مرد اس کو نکال سکتا ہے۔ دینِ اسلام میں تنگی اور حرج نہیں ہے۔ جو شخص خواہ مخواہ تنگی اور حرج کرتا ہے وہ اپنی نئی شریعت بناتا ہے۔ government نے بھی پردہ میں کوئی تنگی نہیں کی اور اب قواعد بھی بہت آسان بنا دیے ہیں، جو جو اصلاحات اور تجاویز لوگ پیش کرتے ہیں government ان کو توجہ سے سنتی ہے (گورنمنٹ کی تعریف میں بعض باتیں ہیں) اور ان پر مناسب اور مصلحتِ وقت کے موافق عمل کرتی ہے۔ کوئی شخص مجھے یہ تو بتائے کہ پردے میں نبض دکھانا کہاں منع ہے۔'' ایک تو یہ فرمایا کہ بعض عورتوں کو پیدائش کے وقت اگر مرد ڈاکٹروں کو بھی دکھانا پڑے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ وہاں بعض مرد غیرت کھا جاتے ہیں کہ مردوں کو نہیں دکھانا۔ ضرورت کے وقت مرد ڈاکٹروں کے پاس پیش ہونا کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ اسلامی پردہ پر اعتراض کرنا ان کی جہالت ہے۔ وہ لوگ جو یہ سوچ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم دیا ہی نہیں جس پر اعتراض وارد ہو۔ قرآن مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ غضِ بصر کریں۔ جب ایک دوسرے کو دیکھیں گے ہی نہیں تو محفوظ رہیں گے۔ یہ نہیں کہ انجیل کی طرح یہ حکم دیتا کہ شہوت کی نظر سے نہ دیکھو۔ افسوس کی بات ہے کہ انجیل کے مصنف کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ شہوت کی نظر کیا ہے۔ نظر ہی تو ایک ایسی چیز ہے جو شہوت انگیز خیالات کو پیدا کرتی ہے۔ اس تعلیم کا جو نتیجہ ہوا ہے وہ ان لوگوں سے مخفی نہیں جو اخبارات پڑھتے ہیں۔ ان کو معلوم ہوگا کہ لندن کے پارکوں اور پیرس کے ہوٹلوں کے کیسے شرم ناک نظارے بیان کئے جاتے ہیں۔ اسلامی پردہ سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ عورت جیل خانہ کی طرح ہر وقت بند رکھی جاوے۔ قرآنِ شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں ستر کریں۔ وہ غیر مرد کو نہ دیکھیں۔ جن عورتوں کو باہر جانے کی ضرورت تمدنی امور کیلئے پڑے، گھر سے باہر نکلنا منع نہیں ہے وہ بیشک جائیں مگر نظر کا پردہ ضروری ہے۔ ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ پہلے مردوں کی اصلاح کرلو پھر کہو کہ پردہ کی ضرورت نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں تقویٰ کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور کبھی ایسی خواہشات کی تکمیل کیلئے دین میں بگاڑ پیدا کرنے والے نہ ہوں جن کا مقصد صرف ذاتی خواہشات ہوں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ ایک احمدی عورت کا، ہر ایک احمدی بچی کا ایک مقام ہے۔ آپ کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے نیکیوں پر قائم رہنے کے طریقے بتائے ہیں۔ اس زمانہ میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے وہ ہمارے سامنے تفصیل سے کھول کر رکھ دیے ہیں۔ کسی بھی قسم کے complex میں مبتلاء ہوئے بغیر ان راستوں پر چلیں اور ان حکموں پر عمل کریں۔ دنیا کو بتائیں اور کھل کر بتائیں کہ عورتوں کے حقوق کی اگر حفاظت کی ہے تو اسلام نے کی ہے۔ اور عورتوں کی معاشرے میں اگر عزت قائم کی ہے تو اسلام نے کی ہے۔ تم، اے دنیا کی چکاچوند میں پڑے رہنے والو! آج اگر معاشرہ کو امن پسند بنانا چاہتے ہو تو اسلام کی تعلیم کو اپناؤ۔ الٹا آپ کو ان کو یہ سبق دینا چاہیئے نہ کہ اس کا کہ انکی کسی باتوں میں complex میں آئیں۔ بتائیں ان کو کہ اگر آج اپنی عزتوں کو قائم کرنا ہے تو اسلام کی طرف آؤ۔ آج اپنے گھروں کو اگر جنت نظیر بنانا ہے تو ہمارے پیچھے چلو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(Transcribed by Aziza Farooqui, Austin)

دُعا ایک معجزہ ہے

حضرت عمرؓ کا آنحضرت ﷺ کے قتل کے لئے جانا آپ لوگوں نے سنا ہوگا۔ ابوجہل نے ایک قسم کا اشتہار قوم میں دے رکھا تھا کہ جو جناب رسالتمآب کو قتل کرے گا وہ بہت کچھ انعام و اکرام کا مستحق ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے ابوجہل سے معاہدہ کیا اور قتل حضرت کے لئے آمادہ ہوگیا اس کو کسی عمدہ وقت کی تلاش تھی۔ دریافت پر اسے معلوم ہوا کہ حضرت نصف شب کے وقت خانہ کعبہ میں بغرض نماز آتے ہیں۔ یہ وقت عمدہ سمجھ کر حضرت عمرؓ سرِ شام خانہ کعبہ میں جا چھپے۔ آدھی رات کے وقت جنگل میں سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی آوازیں آنا شروع ہوئیں۔ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ جب آنحضرت سجدہ میں گریں تو اس وقت قتل کروں۔ آنحضرتؐ نے درد کے ساتھ مناجات شروع کیں اور سجدے میں اس طرح حمد الٰہی کا ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ کا دل پسیج گیا اس کی ساری جرأت جاتی رہی اور اس کا قاتلانہ ہاتھ سست ہوگیا۔ نماز ختم کر کے جب آنحضرتؐ گھر کو چلے تو انکے پیچھے حضرت عمرؓ ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے آہٹ پا کر دریافت کیا اور معلوم ہونے پر فرمایا کہ اے عمر کیا تو میرا پیچھا نہ چھوڑے گا۔ حضرت عمر بددُعا کے ڈر سے بول اٹھے کہ حضرت میں نے آپ کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا۔ میرے حق میں بددُعا نہ کیجئے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ وہ پہلی رات تھی جب مجھ میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی۔

(ملفوظات جلد ہفتم ص 60-61)

بسم اللّٰہ السمیع الدعاء

منظوم کلام۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ

اے محسن و محبوب خدا اَے میرے پیارے
اے قوت جاں اے دل محزوں کے سہارے

اے شاہ جہاں نور زماں خالق باری
ہر نعمت کونین ترے نام پہ واری

یارا نہیں پاتی ہے زباں شکر و ثنا کا
احسان سے بندوں کو دیا اذن دعا کا

کیا کرتے جو حاصل یہ وسیلہ بھی نہ ہوتا
یہ آپ سے دو باتوں کا حیلہ بھی نہ ہوتا

تسکینِ دل و راحت جاں مل ہی نہ سکتی
آلام زمانہ سے اماں مل ہی نہ سکتی

پروا نہیں باقی نہ ہو بے شک کوئی چارا
کافی ہے ترے دامن رحمت کا سہارا

مایوس کبھی تیرے سوالی نہیں پھرتے
بندے تری درگاہ سے خالی نہیں پھرتے

مالک ہے جو تو چاہے تو مردوں کو جلا دے
اے قادر مطلق مرے پیاروں کو شفا دے

ہر آن ترا حکم تو چل سکتا ہے مولیٰ
وقت آ بھی گیا ہو تو وہ ٹل سکتا ہے مولیٰ

تقدیر یہی ہے تو یہ تقدیر بدل دے
تو مالکِ تحریر ہے ''تحریر'' بدل دے

جلسہ سالانہ۔ایک اجمالی تعارف

عطاء المجیب راشد
(امام مسجد فضل لندن)

جماعتِ احمدیہ کا جلسہ سالانہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اور جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی کا ایک روشن سے روشن تر ہونے والا نشان ہے۔
اس عظیم الشان روحانی اجتماع کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے اذن اور ہدایت سے حضرت مسیح موعود وامام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس ہاتھوں سے 1891 میں رکھی گئی۔ آپ نے جماعت کے دوستوں کو مشورہ کے لئے قادیان دارالامان بلوایا۔ چنانچہ وفا شعار بزرگانِ احمدیت فوری طور پر 27/دسمبر 1897 کو قادیان میں جمع ہوگئے۔ جماعت احمدیہ کے اس مختصر ایک روزہ تاریخی جلسہ سالانہ میں 75 مخلصین نے شرکت کی۔ کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ جو اس جلسہ میں حاضر ہوئے۔ وہ کاروانِ احمدیت کا ایک ہراول دستہ تھے۔ جو بعد میں ایک قلزم بیکراں بننے والا تھا۔

پہلے جلسہ سالانہ کے معاً بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار میں یہ اطلاع ساری جماعت کو دی کہ آئندہ ہر سال یہ جلسہ سالانہ 29,28,27/دسمبر کی تاریخوں میں مرکزِ احمدیت میں منعقد ہوا کرے گا۔ چنانچہ اس وقت سے یہ جلسہ سالانہ جماعتِ احمدیہ کی سالانہ تقریبات کا مستقل حصہ بن گیا ہے۔ مرکزی جلسہ سالانہ کی ابتداء قادیان کی مقدس بستی سے ہوئی۔ قادیان ایک وقت میں گمنام اور نامعلوم بستی تھی۔ جلسہ سالانہ کی برکت سے ''کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر'' والا دور ختم ہوا اور یہی مقدس بستی مرجع خاص وعام بن گئی۔ ہر سال جلسہ کے موقعہ پر اس بستی کی شان دیکھنے والی ہوتی ہے۔ تقسیمِ ہند کے بعد بھی قادیان میں جلسہ سالانہ کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری رہا۔ نامساعد حالات کے باوجود عشاقِ اسلام اس جلسہ کی برکتوں سے اپنی جھولیاں بھرتے رہے۔ 1991 میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بنفس نفیس قادیان کے جلسہ سالانہ میں شمولیت فرما کر اسے ایک تاریخی جلسہ سالانہ بنا دیا۔ ہندوستان کی سرزمین پر آپ کی پُرسوز دعائیں رنگ لائیں اور ہندوستان میں ایک عظیم روحانی بیداری پیدا ہوگئی۔ خوابیدہ شیر بیدار ہوگئے اور دن رات میدانِ تبلیغ میں سرگرم دکھائی دینے لگے۔ آسمان سے رحمتوں کی بارشیں ہونے لگیں۔ اور ہر سال احمدیت قبول کرنے والوں کی تعداد ہزاروں لاکھوں سے بڑھ کر کروڑوں ہوگئی۔ نو احمدیوں کے وفود قافلہ در قافلہ جلسہ سالانہ قادیان میں آنے لگے اور اب تو قادیان کا جلسہ سالانہ سرزمین ہند پر مسلمانوں کا ایک عظیم اجتماع بن چکا ہے جس کی تعداد بھی دن بدن بڑھتی جارہی ہے اور روحانی کیفیات بھی۔

1946 تک مرکزی جلسے قادیان میں ہوتے رہے۔ تقسیمِ ہند کے بعد دو سال جلسے لاہور (پاکستان) میں ہوئے۔ اور 1949 سے ربوہ دار الہجرت میں ان کا انعقاد ہونے لگا۔ آخری جلسہ 1983 میں ہوا۔ اس کے بعد حکومتِ پاکستان سے اجازت نہ ملنے کی وجہ سے جماعت احمدیہ کا جلسہ ربوہ میں منعقد نہ ہوسکا اور یہ صورتِ حال قائم ہے۔

اس روحانی اور ایمان افروز جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھتے وقت حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ نیز آپؑ نے فرمایا کہ اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ آپ نے بڑی تحدی اور جلال کے ساتھ فرمایا کہ ان باتوں کو ناممکن مت خیال کرو کہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔

خدا کی بات پوری ہوئی۔ کوئی نہیں جو تقدیرِ خداوندی کو روک سکے۔ احمدیت اکناف عالم میں پھیلتی گئی اور ہر قوم وملت کے لوگ قافلہ در قافلہ احمدیت میں داخل ہوتے گئے۔ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے عشاقِ اسلام کی تعداد بھی سال بہ سال بڑھتی چلی گئی۔ 1983 میں مرکزِ احمدیت میں منعقد ہونے والے آخری تاریخی جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد کم وبیش پونے تین لاکھ بتائی جاتی ہے۔
اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فضل اس رنگ میں بھی ظاہر ہونے لگا کہ پاکستان میں بندش سے بہت پہلے ہی جلسہ سالانہ کا شجرہ طیبہ بیرونی ممالک میں لگ گیا اور سال

بہ سال ترقی کرنے لگا۔ایک طرف انڈونیشیا میں اس کا آغاز ہوا تو دوسری طرف گھانا میں اس کی داغ بیل ڈال دی گئی۔امریکہ میں اس کا انعقاد شروع ہوا تو برطانیہ اور جرمنی میں بھی ایسے جلسے بڑی شان سے منعقد ہونے لگے۔اب تو یہ حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب غرضیکہ دنیا کے ہر علاقہ میں جلسہ سالانہ احمدیہ کیلنڈر کا ایک لازمی حصہ بن گیا ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام کی بات کس شان سے پوری ہو رہی ہے کہ ہر قوم اس چشمے سے پانی پئے گی۔

رنگ ونسل سے بے نیاز دنیا بھر کی قومیں اپنے اپنے علاقوں میں جلسہ سالانہ کی برکت سے فیض یاب ہو رہی ہیں۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 1984 میں برطانیہ تشریف لائے تو حضور انور کی آمد کی برکت سے جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ ایک عالمگیر جلسہ سالانہ کے طور پر ابھرا۔1984 کا جلسہ ٹالورتھ کے علاقہ میں ہوا۔1985 سے جلسہ سالانہ اسلام آباد (انگلستان) میں منعقد ہونے لگا۔اصل مرکزی جلسہ کی شان لے کر یہ جلسہ ہر سال ترقی کی منازل طے کرنے لگا۔جلسہ سالانہ کے ساتھ انٹرنیشنل مجلس شوریٰ کا اجلاس بھی ہر سال ہونے لگا۔بیرونی ممالک سے نمائندگان کے وفود کثرت سے آنے لگے۔حکومتوں کے نمائندگان بھی اس جلسہ کی رونقیں بڑھانے لگے۔ تعداد میں روزافزوں اضافہ ہونے لگا۔1993 سے عالمگیر بیعت کا آغاز ہوا، ہزاروں لاکھوں سے بڑھ کر کروڑوں کی تعداد میں لوگ ہر سال احمدیت میں داخل ہونے لگے۔1994 میں MTA کا آغاز ہوا تو جلسہ سالانہ برطانیہ کی کارروائی اکناف عالم میں براہِ راست دیکھی اور سنی جانے لگی۔اسی طرح جلسہ سالانہ کے شرکاء کا حلقہ عالمگیر ہوگیا۔ایسی ایسی عظمتیں اس جلسہ سالانہ کو نصیب ہوئیں اور مسلسل ہوتی چلی جارہی ہیں کہ ان کا شمار اور بیان ناممکن ہے۔

2001 میں جرمنی میں منعقد ہونے والا عالمی جلسہ ایک امتیازی اور تاریخی شان کا حامل تھا۔ یہ پہلا عالمی جلسہ تھا جو جرمنی کی سرزمین میں منعقد ہوا۔ ویسے بھی اکیسویں صدی میں منعقد ہونے والا یہ پہلا جلسہ تھا۔حاضری کے اعتبار سے سرزمین یورپ میں منعقد ہونے والا احمدیت کے پروانوں کا سب سے بڑا روحانی اجتماع تھا اور تاریخ احمدیت میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ خلیفۂ وقت نے مرکزی جلسہ سالانہ میں شمولیت کی غرض سے اپنے قیام کے ملک سے ایک دوسرے ملک کی جانب سفر اختیار فرمایا ہو۔

جماعتِ احمدیہ کا جلسہ سالانہ احمدیت کی صداقت کا بھی ثبوت ہے اور شانِ احمدیت کا آئینہ دار بھی۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو ایک شجرہ طیبہ کی طرح اکنافِ عالم میں پھیلاتا چلا جائے اور اسکی برکتیں ساری دنیا پر محیط ہوجائیں۔آمین۔

(کتاب جلسہ سالانہ)

صبحِ نو

عبد السلام اسلامؔ

آرہا ہے انقلابِ تازہ شرق و غرب میں
رنگِ نو افرنگ میں ، چینی و جاپانی میں دیکھ!

حضرت ''مسرور'' کے الفاظ کی کرنیں عجیب!
صبحِ نَو کی جھلکیاں تقریرِ نورانی میں دیکھ!

بن رہا ہے نوعِ انساں کے لئے اک سائباں
تانا بانا عاشقوں کی چاک دامانی میں دیکھ!

سب صنم ٹوٹے دلوں کے ' بس گئی توحید واں
ایک آبادی نئی ' اس تازہ ویرانی میں دیکھ!

قسمتِ اقوام کا مہدی سے ہے اب انتساب
کوکبِ تقدیرِ عالم اس کی پیشانی میں دیکھ

حق کی خاطر مٹنے والے پا گئے ہیں زندگی
اک حیاتِ جاوداں آ ہستیٔ فانی میں دیکھ!

راج ہے لاکھوں دلوں پر حضرتِ ''مسرور'' کا
فقر کا اعجاز اس کے رنگِ سلطانی میں دیکھ!

چارۂ بالشّل سے ہر فرد پائے گا شفا
دردِ انسانی کا چارہ درد انسانی میں دیکھ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جماعت احمدیہ امریکہ کے 56th جلسہ سالانہ کے لئے پیغام*

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد.

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جماعت امریکہ کے 56th جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے احمدیوں کے لئے' خلافت کی اطاعت، نظام جماعت کے احترام اور نماز باجماعت کے فریضہ کی ادائیگی کی مکرر یاد دہانی ہی میرا پیغام ہے۔ خطبات جمعہ کے ذریعہ میں تمام احباب جماعت کو اپنی زندگیوں میں ایک پاک تبدیلی اور اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق پیدا کرنے کے لئے مسلسل توجہ دلا رہا ہوں۔

اس پیغام کے پہلے حصے یعنی خلافت سے وابستگی اور اطاعت کے موضوع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے اُس خطاب کے اقتباسات سے بہتر کوئی الفاظ نہیں مل سکتے جو حضورؓ نے 1911 کے جلسہ سالانہ منعقدہ قادیان کے موقع پر ارشاد فرمایا:۔

''سب کے سب مل کر مجموعی طاقت سے حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑو۔ اور تفرقہ نہ کرو۔ یہ آیت میں آج تم پر تلاوت کرتا ہوں۔ اور پھر سناتا ہوں۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ تم خدا کی حبل کو مل کر مضبوط پکڑے رکھو۔ اسے چھوڑو نہیں اور اس سے جدا نہ ہو۔ اور نہ باہم تفرقہ کرو۔۔۔ اس رسے کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید تمہارا دستور العمل اور ہدایت نامہ ہو۔ تمہاری زندگی کے تمام مرحلے اس کی ہدایتوں کے ماتحت ہوں۔ تمہارے ہر ایک کام ہر حرکت و سکون میں جو چیز تم پر حکمران ہو۔ وہ خدا تعالیٰ کی یہ پاک کتاب ہو۔ جو شفا اور نور ہے۔۔۔ دیکھو تفرقہ نہ کرو۔ اگر تفرقہ کرو گے تو جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ حبل اللہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی تم بھی بودے ہو جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ تنازعہ کرو گے تو بودے ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری ہوا نکل جائے گی۔ پھر تمہارا جمع جتھا ٹوٹ کر قوت منتشر ہو جائے گی اور دشمن تم پر قابو پالیں گے۔''

''دیکھو میں خلیفۃ المسیح ہوں۔ اور خدا نے مجھے بنایا ہے۔ میری کوئی خواہش اور آرزو نہ تھی اور کبھی نہ تھی۔ اب جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ ردا پہنا دی ہے۔ میں ان جھگڑوں کو ناپسند کرتا ہوں۔ اور سخت ناپسند کرتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم میں ایسی باتیں پیدا ہوں۔ جو تنازعے کا موجب ہوں۔۔۔ تم خوب یاد رکھو کہ معزول کرنا تمہارے اختیار میں نہیں۔ تم مجھ میں عیب دیکھو آگاہ کر دو۔ مگر ادب ہاتھ سے نہ دو۔ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا اپنا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو خلیفہ بنایا ہے اور داؤد کو بھی اور ایک وہ خلیفہ ہوتا ہے جو لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ میں موعود ہے۔ اور تم سب کو بھی خلیفہ بنایا۔ پس مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے۔ اور اپنے مصالح سے بنایا۔ ہاں تمہاری بھلائی کے لئے بنایا ہے۔ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی۔ اسلئے تم میں سے کوئی مجھے معزول کرنے کی قدرت اور طاقت نہیں رکھتا اگر خدا تعالیٰ نے مجھے معزول کرنا ہوگا۔ تو وہ مجھے موت دے دیگا۔ تم اس معاملہ کو خدا کے حوالے کر دو۔ تم معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ میں تم میں سے کسی کا بھی شکر گزار نہیں ہوں۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا۔''

(حیات نور، مؤلفہ شیخ عبد القادر صاحب۔ صفحہ 524 تا 527)

میں عہدیداران جماعت کو بار بار تاکیداً کہہ چکا ہوں کہ وہ سب اپنی ذات میں اخلاق حسنہ اور اسلامی عدل کا بہترین نمونہ پیش کریں۔ اسی طرح افرادِ جماعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے عہدیداروں کی بات سُنیں اور اطاعت کرتے رہیں۔ اور کسی شکایت کی صُورت میں نظامِ جماعت کے مجوّزہ طریق کو اختیار کریں۔ الحمدُ للہ

بفضلہٖ تعالیٰ ہماری جماعت میں 'دوسری ہر جماعت یا تنظیم کے مقابلے میں' نظم ونسق کا ایک بہتر اور بلوغت کا حامل نظام موجود ہے۔ جماعت کے تنظیمی ڈھانچے کے ان تمام اداروں سے مخلصانہ وابستگی ہی اس نظام کے تحفظ اور دوام کا واحد ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور اپنے اپنے عہد سے کماحقّہٗ عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''صلوٰۃ کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ زے الفاظ اور دعا ہی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ ضروری ہے کہ ایک سوزش، رقّت اور درد ساتھ ہو۔ خدا تعالیٰ کسی دُعا کو نہیں سُنتا جب تک دُعا کرنے والا موت تک نہ پہنچ جاوے۔ دُعا مانگنا ایک مشکل امر ہے اور لوگ اس کی حقیقت سے محض ناواقف ہیں۔ بہت سے لوگ مجھے خط لکھتے ہیں کہ ہم نے فلاں وقت فلاں امر کے لئے دُعا کی تھی مگر اس کا اثر نہ ہوا۔ اور اس طرح پر وہ خدا تعالیٰ سے بدظنّی کرتے ہیں اور مایوس ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ جب تک دُعا کے لوازم ساتھ نہ ہوں وہ دُعا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

دُعا کے لوازم میں سے یہ ہے کہ دل پگھل جاوے اور رُوح پانی کی طرح حضرت احدیت کے آستانہ پر گرے اور ایک کرب اور اضطراب اس میں پیدا ہو اور ساتھ ہی انسان بےصبر اور جلد باز نہ ہو بلکہ صبر اور استقامت کے ساتھ دُعا میں لگا رہے پھر توقع کی جاتی ہے کہ وہ دُعا قبول ہوگی۔۔۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی تکلیف یا ابتلا کو دیکھتے تو فوراً نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے اور ہمارا اپنا اور ان راستبازوں کا جو پہلے ہو گذرے ہیں۔ ان سب کا تجربہ ہے کہ نماز سے بڑھ کر خدا کی طرف لے جانے والی کوئی چیز نہیں۔''

(ملفوظات جلد 9صفحہ109-110)

آجکل ہم ایک ایسی دُنیا میں رہ رہے ہیں جہاں ایک مکتبِ خیال کے پیرو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ غلبۂ اسلام کے لئے مسلمانوں کو غیر مسلموں کے خلاف جہاد و قتال میں مصروف رہنا چاہیئے۔ حضرت اقدسؑ کے مندرجہ ذیل الفاظ ایسے لوگوں کی چشمِ بصیرت وا کرنے کے لئے کافی ہیں:۔

''وہ جو **عرب** کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دُنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ **وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچادیا** اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللّٰھم صل و سلم و بارك علیه و اله بعدد همه و غمه و حزنه لهٰذه الامة و انزل علیه انوار رحمتك الی الابد۔''

(روحانی خزائن جلد 6برکات الدّعا صفحہ 10-11)

اللہ تعالیٰ آپ کو' جلسہ سالانہ میں شمولیت اختیار کرنے والوں کے شاملِ حال ان تمام برکات وحسنات سے نوازے جن کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں التجائیں کی ہیں۔ (آمین)

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

☆(اردو ترجمہ: لطف الرحمٰن محمود)

امریکہ کے 56th جلسہ سالانہ کی چند جھلکیاں

رپورٹ: کلیم بن حبیب اور صادق باجوہ

الحمدللہ ! امریکہ کا 56th جلسہ سالانہ بیت الرحمن میری لینڈ میں 3 ستمبر 2004 کو شروع ہو کر 5 ستمبر کو بفضلہٖ اختتام پذیر ہوا۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق Virginia State کے Expo Center میں 25 تا 27 جون کو ہونے والے اس جلسہ کے انتظامات زور و شور سے جاری تھے کہ یہ خوش کن خبر پہنچی کہ امسال حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کینیڈا جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے تشریف لا رہے ہیں تو احباب کرام نے والہانہ انداز میں اس بات کا اظہار کیا کہ امریکہ کے جلسے کی مقرر کردہ تاریخیں تبدیل کی جائیں کیونکہ ایک کثیر تعداد حضور انور کی زیارت وصحبت سے مستفیض ہونے کے لئے بے چین ہے۔ احباب کا ذوق وشوق دیکھتے ہوئے امیر صاحب نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے امریکہ کے جلسہ کو ستمبر تک ملتوی کر دیا۔

جگہ اور تاریخ کی تبدیلی کے پیش نظر افسر جلسہ سالانہ عبدالشکور صاحب نے بھی انتظامات کی نوعیت میں حسب ضرورت تبدیلیاں کیں اور اپنے نائبین و ناظمین کی رہنمائی کی۔ جلسہ کا پروگرام، مقررین و عناوین کا انتخاب نہایت غور و فکر اور مشاورت سے کیا گیا۔ تمام ضروری امور (پانی، بجلی، گیس، کھانے پینے اور پارکنگ وغیرہ) کے اجازت نامے County سے قوانین کے تحت حاصل کئے گئے اور وقت سے پہلے ہی چار بڑے اور چودہ چھوٹے شامیانے نصب کر دئے گئے جن میں سے نصف مردانہ اور نصف زنانہ ضروریات کے لئے مخصوص کئے گئے۔ دونوں جلسہ گاہوں میں کرسیاں قرینے سے لگائی گئیں۔ سامنے 25' X 20' کی پیائش کا اسٹیج سجا تھا جسکے پیچھے پردے پر مسجد بیت الرحمن کا پُر کشش اور جاذبِ نظر عکس جلسے کی رونق دوبالا کر رہا تھا۔ چاروں طرف مختلف Banners کی عجیب شان دکھائی دیتی تھی۔ دونوں جلسہ گاہوں میں آٹھ آٹھ ٹیلیویژن اور فاصلے فاصلے سے پنکھے بھی رکھے گئے۔ Main Gate کے دونوں طرف ''احمدیہ کنونشن'' اور ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' کے Banners دعوتِ شمولیت دے رہے تھے تو گیٹ کے اطراف جنگلے پر امریکہ کی پچاس ریاستوں کے جھنڈے اور قدرے اندر میدان میں پچاس ممالک کے رنگ برنگ جھنڈے ایسا دیدہ زیب نظارہ پیش کر رہے تھے کہ راہ گیر اس ''شاہراہِ پُر اُمید'' سے گزرتے ہوئے لحہ بھر رک کر دیکھنے پر مجبور ہو جاتا۔ مہمانوں کی سہولت کے لئے ضروری معلومات کے اشتہارات پہلے ہی تمام احباب کو ارسال کئے جا چکے تھے اور اس مرتبہ Internet پر Registeration کی سہولت کے ساتھ ساتھ جلسہ گاہ پر بھی خدام تندہی سے یہ فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ نیز مردم شماری کے لئے Registeration Cards پر مخصوص Barcodes بھی لگائے گئے تھے جن سے دو مقاصد حاصل ہوئے۔ ایک Security دوسرے مردم شماری۔ مہمانان گرامی کو دو قریبی Airports سے سات Hotels تک لانے اور لے جانے کے لئے گاڑیوں کا خاطر خواہ انتظام تھا۔ تقریباً سات سو مہمان احمدی گھرانوں میں ٹھہرائے گئے جبکہ جلسہ کی کل حاضری تین ہزار ایک سو تھی۔ اسی طرح Parking کا انتظام مسجد کے احاطے کے علاوہ سڑک کی دوسری طرف کرایہ پر زمین لے کر کیا گیا۔

جلسہ گاہ کے ایک طرف مختلف اسٹال لگے تھے جن میں Registeration Humanity First/Book Store/First Aid تحریکِ جدید/وقفِ نو/خدمتِ خلق/رشتہ ناتا نمایاں تھے تو دوسری طرف کھانے کے شامیانے کے سامنے خورد و نوش اور دیگر اشیاء کی خرید و فروخت اور سائنس سے متعلق سٹال سجے ہوئے تھے۔

امسال Red Cross کی ٹیم نے اسی (80) احباب سے خون کا عطیہ وصول کیا اور شاداں و فرحاں گئے۔ لنگر خانہ ٹیم نے اس قدر مہمانوں کے طعام کا خوب عمدگی سے بندوبست کیا۔ دال، روٹی، چاول کے علاوہ Macaroni کا بھی انتظام تھا اور بروز اتوار کھانا ساتھ لے جانے کے لئے Boxes بھی مہیا کئے گئے۔ چائے، پانی اور شربت بھی ہر وقت وافر مقدار میں مختلف جگہوں پر موجود رہا۔ دوران جلسہ صفائی کا خاص خیال رکھا گیا۔

لجنہ کی جلسہ گاہ سے ملحق بچوں کے شامیانے میں چار سے آٹھ سال تک کے ایک سو پچاس بچوں کو تعلیمی اور تربیتی پروگراموں میں مصروف رکھنے کے لئے آٹھ لجنہ

ممبرات مستعدی سے نگران رہیں۔ دوسری طرف شیر خوار بچوں کے لئے ہر وقت تازہ گرم دودھ کا انتظام قابل ستائش تھا۔

مسجد کی نچلی منزل میں ایک نہایت معلوماتی، تاریخی اور دیدہ زیب نمائش کا انتظام کرنل (ر) ڈاکٹر فضل احمد صاحب نے ماہرانہ انداز میں کیا جہاں نادر تصاویر کے علاوہ مسلسل اہم تاریخی اوراق ٹیلیویژن پر دکھائے جاتے رہے۔

۳ ستمبر بعد نمازِ جمعہ امیر جماعت امریکہ ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب، نائب امیر جماعت امریکہ منیر حامد صاحب اور نائب امیر اور مشنری انچارج مولانا داؤد حنیف صاحب نے بالترتیب احمدیت اور امریکہ اور میری لینڈ کے جھنڈے بلند کئے۔ امیر صاحب نے دُعا کروائی اور تمام احباب نعرہ ہائے تکبیر کی گونج میں جلسہ گاہ پہنچے اور امیر صاحب کی صدارت میں قرآن کریم کی تلاوت سے جلسے کا باقاعدہ آغاز ہوا جو حافظ مبارک احمد کوکوئی صاحب نے کی۔ ترجمہ مرید ظفر صاحب نے پیش کیا۔ مولانا ظفر احمد سرور صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نظم ''مسلمانو بناؤ تام تقویٰ۔ کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ'' خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی اور اس کا ترجمہ ابراہیم نعیم صاحب نے پیش کیا۔ امیر صاحب نے سورہ حشر کی آیت نمبر گیارہ کی تلاوت و ترجمہ کے بعد تمام حاضرین جلسہ کو خوش آمدید کہا اور بتایا کہ یہ جلسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے پورا ہونے کے بیّن ثبوت ہیں کہ خدائی تصرف احباب کو کشاں کشاں اکٹھا کر دیتا ہے اور ہماری دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتا ہے۔ ان جلسوں کے انعقاد کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکامات کو یاد رکھیں، ان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنی زندگیاں اُسی نہج پر ڈھالیں اور ہمارے دلوں میں کسی قسم کی میل نہ ہو۔ آپ نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام جو خلافت اور نظام جماعت سے وابستگی سے متعلق تھا پڑھ کر سنایا۔ پہلے مقرر منیر حامد صاحب نے ''انسانی زندگی کا مقصد۔ عبادت'' کے موضوع پر سیر حاصل بحث کی اور قرآن حکیم کی چند آیات کی تشریح کی اور برملا اس بات کا اظہار کیا کہ عبادت کرنے کا دعویٰ تو سب کرتے ہیں مگر اس کے مغز اور آداب سے بے خبر ہیں۔ ایک زندہ خدا سے زندہ تعلق پیدا کرنے اور عبادت کے گُر بتانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔ ہمیں آپ کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے آپ کو ڈھالنا ہوگا اور خدا سے وہ رشتہ قائم کرنا ہوگا جس مقصد کے لئے انسان کی تخلیق ہوئی۔

فلاح الدین شمس صاحب نے ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بحیثیت العابد'' پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے بتایا کہ عبادت مذہب کا جزوِ لاینفک ہے جس کے بغیر مذہب کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ دوسرے مذاہب میں عبادات کے طور طریق محفوظ نہ ہونے کی وجہ سے انکے پیروکار اسکے مغز اور افادیت سے بے بہرہ ہیں۔ لیکن رسولِ کریم ﷺ نے ہمیں اپنے عمل سے بتا دیا کہ کس کی عبادت کرنی ہے کیسے کرنی ہے اور کتنی کرنی ہے وغیرہ۔ اس انسانِ کاملؐ نے ایک خدا کی پرستش کو عالم میں عام کیا۔ دورِ حاضر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسکے باریک در باریک پہلوؤں کو اُجاگر کیا۔ شمس صاحب نے برکات الدعاء کے ایک اقتباس پر اپنا خطاب ختم کیا۔

اسکے بعد چند خدام نے حضرت میر محمد اسمٰعیل کی مشہور زمانہ نعت ''علیک الصلوٰۃ و علیک السلام'' نہایت دلآویز آواز میں سنائی۔ حاضرین اس مصرعہ کو انکے ساتھ دہراتے رہے۔ ترجمہ جلال الدین عبد الطیف صاحب نے پیش کیا۔ بعد ازاں مولانا داؤد حنیف صاحب نے ''الوصیت۔ دنیا کا نظامِ نو'' پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے بڑے مؤثر الفاظ میں بتایا کہ خدا تعالیٰ نے ازل سے ہی نظام عالم کی بنیاد رکھ چھوڑی ہے اور معاشرہ کو انحطاط و گراوٹ سے بچانے کے لئے راہِ خدا میں خرچ کرنے کی تلقین و تاکید اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور عصرِ حاضر میں پیشگوئیوں کے تحت احیاء اسلام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ہوئی اور آپ نے سب سے بڑے جہاد 'اصلاحِ نفس' کا بیڑا اُٹھایا اور اسکے طریق ''دس شرائطِ بیعت'' میں مجتمع کر دیئے اور اب یہی خدائی اسکیم فلاح و بہبود انسانی کی ضامن ہے۔ اسکی اہمیت و افادیت واضح کرنے کے بعد آپ نے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ 2008 تک خلافتِ احمدیہ کے صد سالہ جشن تک کم از کم پچاس فیصد احباب جماعت کو وصیت کے نظامِ وصیت سے منسلک دیکھنا چاہتے ہیں۔ امیر صاحب نے آخر میں یاد دہانی کروائی کہ وصیت میں شمولیت ذاتی لحاظ سے آپ کی روحانی اور مالی قربانی کے معیار کو بلند کرنے اور اس پر قائم رہنے کا عہد ہے۔

شام کے وقت چند مختلف جماعتی ایسوسی ایشنز کے اجلاس ہوتے رہے اور احباب خوشگوار موسم میں ایک دوسرے سے ملنے ملانے میں مصروف رہے۔

ہفتہ کی صبح مولانا انعام الحق کوثر صاحب نے تہجد اور نماز فجر کی ادائیگی کے بعد درس قرآن دیا جس میں کثیر تعداد میں احباب نے شمولیت کی۔ بروز ہفتہ مستورات اور مردوں کے پروگرام علیحدہ علیحدہ منعقد ہوئے۔

لجنہ کا پروگرام تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوا جو نوشین تہمینہ صاحبہ نے کی اور ترجمہ

شکورانوریہ صاحبہ نے پیش کیا۔اسکے بعد حنا ملک صاحبہ نے ''ذکرِ الٰہی'' کے موضوع پر تقریر کی۔ پھر خالدہ احمد صاحبہ نے نظم پیش کی جسکا ترجمہ نائمہ لطیف صاحبہ نے کیا۔ بعدازاں نورین چوہدری صاحبہ نے ''حضرت مریم۔عصمت وتقویٰ کا کردار'' پر اپنے خیالات گوش گزار کئے۔ایک گروپ نظم کے بعد شاہینہ بشیر صاحبہ کی تقریر کا عنوان تھا ''تلاش اور حصولِ احمدیت''۔اسکے بعد دو اور نظمیں پڑھی گئیں اور نو مبائعین لجنہ ممبرات کو خوش آمدید کہا گیا۔ پھر پہلی مرتبہ قرآن کریم ناظرہ سے مکمل کرنے والی ناصرات کی پذیرائی کی گئی۔صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ امریکہ کے خطاب کے ساتھ جلسے کا یہ حصہ اختتام پذیر ہوا۔

بروز ہفتہ مردانہ جلسہ کا آغاز مولانا داؤد حنیف صاحب کی صدارت میں تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔مرزا نصیر احمد صاحب نے تلاوت کی اور اس کا ترجمہ نورالدین محمود صاحب نے پیش کیا۔ پھر سید محمد احمد صاحب نے نظم پڑھی اور پیر احمد صاحب نے انگریزی ترجمہ سنایا۔اس اجلاس کے پہلے مقرر ڈاکٹر سید وسیم احمد صاحب تھے جنہوں نے ''شادی کا تقدس۔ازروئے اسلام'' پر نہایت جامع اور مدلّل تقریر کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں بتایا کہ عصر حاضر میں پھیلا ہوا شادی کا تصور نہایت کمزور اعتقادات پر مبنی ہے اور روحانی اور اخلاقی اقدار جن کی سند انبیاء سے ملتی ہے پسِ پشت ڈال دئے گئے ہیں اور پاکیزگی، حیا و عفت دنیا سے اٹھ چکی ہے اور ہر قسم کی بے راہ روی اور اخلاق سوز حرکات کو جائز گردانا جارہا ہے۔آپ نے اسلامی تعلیم کی خوبصورتی بتائی کہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے مانند لباس ہیں اور تقویٰ کا لباس بہترین لباس ہے۔ پھر یہ بھی بتایا کہ قرآن کریم نے متعدد بار انتباہ کیا کہ قوانین قدرت و روحانیت سے روگردانی سزا کا مستحق بنا دیتی ہے اسکے بعد مزید تفاصیل سے موضوع کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔پھر ایک نوجوان خادم خرم فواد صاحب نے ''مغربی معاشرہ میں بچوں کی پرورش'' کے اہم عنوان پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ اس تیز رفتاری سے بدلتے ہوئے ماحول میں بچوں کی پرورش کا کوئی معیاری پیمانہ مقرر کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔محض قرآن کریم ہی ایک کسوٹی اور ایک درسگاہ ہے۔ہمیں بچوں کے لئے نمونہ بننا ہے جو اردگرد کے مختلف دباؤ اور چیلنج کا مقابلہ کررہے ہیں۔ہمیں اس زہر کا تریاق مہیا کرنا ہوگا ورنہ اس بات کی ضمانت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اعلیٰ معیار پر پورا اُتریں گے یا نہیں۔اس کے لئے ہمیں خصوصی دعاؤں پر زور دینا ہوگا۔آپ نے قرآن و احادیث اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات اور اقتباسات سے اپنی تقریر کو مزین کیا۔

بعدازاں امجد محمود خان صاحب نے ''مغربی معاشرہ میں مسلم نوجوانوں کو درپیش چیلنج'' پر پُر جوش تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ گوناگوں مسائل میں سب سے بڑا چیلنج اپنے تشخص کا ہے۔گردوپیش کے ماحول سے متاثر و مرعوب ہو کر اکثر نوجوان دوسروں کا تشخص اپنا لیتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ قرآن حکیم نے ہمیں ''مسلمان'' کہہ کر ہماری شناخت اور پہچان کردی ہے اور یہی ہمارا تشخص ہے۔ آپ نے پھر اُن اثر انداز ہونے والے پہلوؤں کی نشاندہی کی جن کے منفی اثرات نوجوانوں کو متاثر کرتے ہیں اور بتایا کہ اس کا واحد حل خوفِ خدا اور اعمال صالحہ کی بجا آوری ہے۔آخر میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی جلسہ سالانہ کینیڈا کی تقریر 1992 سے ایک اقتباس پڑھ کر سنایا جس میں امریکہ اور کینیڈا کے احمدی خاص طور پر مخاطب تھے۔ وقتاً فوقتاً پر جوش نعرہ ہائے تکبیر سے پنڈال گونجتا رہا۔ اسکے بعد ڈاکٹر خالد منہاس صاحب نے مسحور کن آواز میں نظم پڑھی جسکا ترجمہ بلال عبدالسلام صاحب نے پیش کیا۔

پروگرام کے مطابق چوتھے مقرر ناصر محمود صاحب نے ''مغربی سوسائٹی کے مسائل کا واحد حل۔قرآن کریم'' پر نہایت جامع اور دلنشین انداز میں معاشرے میں پھیلے ہوئے اخلاقی اور روحانی انحطاط کی وجوہات کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہود و نصاریٰ کی الٰہی کتب میں تحریف نے انکی تعلیم کی شکل اسقدر بگاڑ دی ہے کہ وہ دورِ حاضر کے تقاضوں اور مسائل کا حل پیش کرنے سے قاصر ہے اور ابہام نے زندہ خدا سے اتنا دور کردیا ہے کہ گناہ کا تصور دل و دماغ سے محو ہو گیا ہے۔محض قرآن کریم ہی ایک ایسی تعلیم پیش کرتا ہے جو انسان کے تمام قویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکی ترقیات کے مدارج بتاتا ہے (نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین)۔پھر آپ نے قرآن کریم کی مختلف آیات سے حضرت مسیح موعودؑ کی تشریح کی روشنی میں مغربی سوسائٹی کے مسائل کے قابلِ عمل حل پیش کئے۔

بروز ہفتہ بعد دوپہر دوسرے Session کے پروگرام شروع ہوئے۔لجنہ اماء اللہ کے جلسے کی کارروائی کا آغاز حسنیٰ مقبول احمد نے تلاوت کلامِ پاک سے کیا جس کا انگریزی ترجمہ شفیقہ رشید صاحبہ نے پیش کیا۔نظم کے بعد اس Session کی پہلی مقررہ ثریا لطیف نے ''اسلام کا پہلا بنیادی رکن'' پر اظہارِ خیال کیا۔لجنہ کی دوسری مقررہ شازیہ سعید صاحبہ نے ''اسلام میں شادی کا تصور۔ایک دوسرے کا لباس'' کے عنوان پر روشنی ڈالی۔پھر ایک نظم پیش کی گئی اور اس کے بعد عطیہ قریشی صاحبہ نے ''اسلامی اور دیگر تہذیبوں کا نظریاتی اختلاف'' پر سیر حاصل دلائل پیش کئے۔

آخر میں بشریٰ بٹ صاحبہ نے ''خلافت۔ایک دائمی روحانی رہنما'' کی ضرورت اور اہمیت کو اجاگر کیا۔ ایک نظم کے بعد سالانہ تقسیمِ انعامات کی تقریب ہوئی اور صدر صاحبہ کے خطاب کے بعد دعا کے ساتھ اس کامیاب جلسہ کی کارروائی اختتام کو پہنچی۔
دوسرے دن مردانہ جلسہ گاہ میں پیش ہونے والے پروگرام کی تفصیل یوں ہے: بعد دوپہر کے جلسہ کی کارروائی کی صدارت نائب امیر منیر حامد صاحب نے کی۔ عابد حنیف صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا ترجمہ پیش کرنے کی سعادت پائی۔ ظفر اللہ خان صاحب نے نظم پڑھی اور ذوالوقار یعقوب صاحب نے اس کا ترجمہ پیش کیا۔
معمول کے مطابق اس جلسہ سالانہ پر بھی غیر از جماعت احباب اور اردگرد کی عبادت گاہوں کے نمائندوں اور حکومت کے سرکردہ افراد کو شرکت کے لئے مدعو کیا گیا۔ مولانا داؤد حنیف صاحب نے تمام معززین کا نام لے کر انہیں خوش آمدید کہا اور استقبال وعزت افزائی کے فرائض سرانجام دئے۔ ان میں سے آٹھ مہمانوں نے باری باری حاضرین جلسہ سے خطاب کیا اور جماعت احمدیہ کی امن وصلح جُوئی کی کاوشوں کو سراہا اور امام شمشاد احمد ناصر صاحب کی مساعی کو خراجِ تحسین پیش کیا۔
اس کے بعد موسیٰ اسد صاحب نے ''مغرب میں اسلام۔مماثلت اور مسائل'' پر ولولہ انگیز تقریر کی۔ سورہ العصر کی تفسیر بیان کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ موجودہ دور میں دولت کی فراوانی، آسائش زندگی کے سامان اور طاقت وقوت کے باوجود ایک ہیجان اور بے اطمینانی گھاٹا نہیں تو اور کیا ہے؟ آپ نے وضاحت سے بتایا کہ اسی آیتِ کریمہ میں اُن تمام سوالوں کے جوابات ہیں جو اہل مغرب ہم سے پوچھتے ہیں اور اسلام کونسی اُن خوبیوں کی نشاندہی اور احاطہ نہیں کرتا جن کا انہیں دعویٰ ہے۔ مغرب کی خوبیاں مثلاً شخصی آزادی، مذہبی آزادی، کام کاج کے ضوابط وقوانین، صدقات وخیرات اور رواداری اور دوسرے نیکی کے کام جو اس معاشرہ میں ہیں سب اسلام میں موجود ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے بھی غریبوں، یتیموں اور ناداروں کے حقوق دلائے، غلاموں کو آزاد کیا، عورتوں کے نہ صرف حقوق دلوائے بلکہ انکی عزت وتکریم کے سبق بھی دئے۔ اس سوال کے جواب میں کہ مغرب میں اسلام کیا ہے کہاں ہے اور وہ کون ہیں جن کو مسلمان کہا جائے، آپ نے واشگاف الفاظ میں قرآن کریم کے حوالے سے بتایا کہ وہی جو خدا پر ایمان لاتے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی قائم کردہ جماعت دوسرے لوگوں میں ممیّز وممتاز ہے۔ امریکی مسلمان امریکہ میں رہتے ہوئے، یہاں کے مثبت پہلوؤں کو اپناتے ہوئے اور اپنی شناخت برقرار رکھتے ہوئے ان کے شانہ بشانہ چل سکتے ہیں بشرطیکہ وہ تقویٰ پر قائم رہیں۔ اگرچہ دونوں کے اختلاط میں احتیاط کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے شراکت کی فضا ہموار کی جائے تو بہتر ہے۔ اپنے اختتامی خطاب میں امیر صاحب نے تمام مہمانانِ خصوصی کے نیک جذبات کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ دنیا میں ایک ہیجان ہے اور بڑی طاقتوں میں ایک دوسرے کو سمجھنے کا فقدان ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ایک قبائلی معاشرہ کو ایک ایسا معاشرہ بنادیا جہاں غلامی مٹا کر انصاف سے غرباء ویتامیٰ کا خیال ملحوظ خاطر رکھا جانے لگا۔ کوئی وجہ نہیں کہ اسلامی اقدار، امریکی اقدار سے مطابقت نہ رکھتی ہوں۔ ہم حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کا پرچار کرتے ہیں۔ دنیا میں امن انسانی کاوشوں سے نہیں بلکہ خدا کے اِذن اور اسکے فضل ورحم سے آتا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمدؑ امن وعاجزی سے خدائے واحد ویگانہ کی طرف سب کو بلا رہے ہیں اور یہی ہم کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ سب یہاں سے جاتے ہوئے یہی احساس اور پیغام اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ آخر میں امیر صاحب نے سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔
جلسہ کی کارروائی کے بعد تمام مہمان جن کی تعداد 70-75 کے قریب تھی علیحدہ شامیانے میں تشریف لے گئے جہاں نہ صرف لذیذ کھانوں کا انتظام تھا بلکہ سوال جواب کا موقع بھی فراہم کیا گیا۔ زیادہ تر سوال جلسہ کی تقاریر سے متعلق تھے مگر چند سوالات پردہ اور جہاد کے بارہ میں بھی تھے۔ مولانا داؤد حنیف صاحب، مولانا شمشاد احمد ناصر صاحب، مولانا انعام الحق کوثر صاحب اور مولانا اظہر حنیف صاحب نے ان سوالات کے پُراثر جوابات دیئے۔ اس موقع پر علی مرتضےٰ صاحب نے Moderator کے فرائض سرانجام دیئے۔ دلچسپ ہونے کی وجہ سے سوال و جواب کا یہ سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔
عصرانے کے بعد واقفین نو کا پروگرام امیر صاحب کی صدارت میں مسجد میں منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد بچوں نے نظم اور قصیدہ کے اشعار پیش کئے۔ امیر صاحب نے Detroit جماعت کے نوجوان داؤد احمد خان کو امریکہ کے پہلے واقفِ نَو کی حیثیت سے جامعہ احمدیہ کینیڈا میں داخل ہونے پر سند عطا کی۔ اسکے بعد چھ ایسے واقفین کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا جنہوں نے پہلی مرتبہ ناظرہ قرآن پاک کا دور مکمل کیا۔ نیشنل سیکرٹری واقفین نو ڈاکٹر حافظ سمیع اللہ چوہدری صاحب نے والدین اور سیکرٹری صاحبان سے مکمل تعاون کی درخواست کی۔ الحمد للہ اس تقریب سعید میں حاضری تقریباً دوسو تھی۔ آخر میں واقفین بچوں اور بچیوں میں چاکلیٹ اور

انعامات تقسیم کئے گئے۔

بروز اتوار 5 ستمبر جلسہ سالانہ کا آغاز نمازِ تہجد اور نمازِ فجر سے ہوا جسکے بعد مولانا ارشاد احمد ملہی صاحب نے درس قرآن کریم دیا۔

جلسہ کی کارروائی امیر صاحب کی زیرِ صدارت صبح 10 بجے تلاوت قرآن کریم اور اس کے انگریزی ترجمے سے ہوئی جسے ڈاکٹر محمد علی ممتاز نے پیش کیا۔ منصور احمد صاحب نے خلافت سے متعلق نظم خوش الحانی سے پڑھی اور اس کا منترنم ترجمہ ڈاکٹر یوسف لطیف صاحب نے پیش کیا۔ اسکے بعد صدر خدام الاحمدیہ نسیم وسیم صاحب نے دورانِ سال مختلف جماعتوں کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ پچاس جماعتوں میں سے تین مجالس (Baltimore,Boston&Houston) کی کارکردگی نمایاں رہی اور بہترین کارکردگی پر جماعت ہیوسٹن کو امیر صاحب نے علم انعامی عطا کیا۔

پھر مولانا اظہر حنیف صاحب نے ''خلافت۔رہنمائی کا الٰہی منشاء'' کے موضوع پر نہایت مدلل واثر انگیز تقریر کی اور سورۃ النور کی آیت 56 کی تشریح کرتے ہوئے خلافت کے معنی، اسکی ضرورت واہمیت وافادیت کو عام فہم الفاظ میں گوش گزار کیا کہ یہ نبوت کے کام یعنی توحید باری تعالیٰ کے پرچار کا تسلسل ہے۔ اس آخری زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ ہی پیشگوئیوں کے مطابق احیاء دین کے لئے مبعوث ہوئے اور آپؑ کے کام کو جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے خلافت کا نظام جاری کیا۔ خلافت کا یہی تصور عیسائی فرقہ Catholic میں بھی پاپائے روم کے تحت جاری ہے۔ وہ پوپ کو خدا کا نمائندہ جانتے ہیں اور اسکی اطاعت کرتے ہیں۔ کچھ تفاصیل بتانے کے بعد فاضل مقرر نے اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی کہ خلافت قائم کرنے کی متعدد انسانی کوششیں کس بری طرح ناکام ہوئیں اور خلافت حقہ کو نصرت الٰہی نے کتنی مضبوطی سے قائم ودائم کیا اور ایک جماعت صالحین کی روئے زمین میں پھیلا دی۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کے جلسہ سالانہ 1960 کے ایک اقتباس پر اپنا خطاب ختم کیا جو خلافتِ احمدیہ کی حفاظت کی تجدید عہد پر مبنی تھا۔

دوسرے مقرر ظاہر مصطفےٰ احمد تھے جنہوں نے ''حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ'' کا تذکرہ کرتے ہوئے نہایت رقت انگیز انداز میں آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ آپؒ کے اکیس سالہ دورِ خلافت میں جماعت احمدیہ نے ترقی کی نئی منازل طے کیں۔ اُس ہر دل عزیز شخصیت کے بچپن سے لے کر جوانی تک اور جوانی سے لے کر دمِ آخر تک کے چند خوبصورت پہلو بھی اس خطاب کا حصہ تھے جس میں خاندانِ مسیح موعودؑ کے بعض افراد کے چیدہ چیدہ چشم دید واقعات حاضرین کے علم میں اضافے کا باعث بنے۔ آپؒ کی قربانیوں کے ذکر نے، جو آپ نے نامساعد حالات میں خود بھی اللہ کی راہ میں کیں اور جماعت کو بھی ان قربانیوں پر ابھارا، سب کو آبدیدہ کر دیا۔ آپؒ کے توکل علی اللہ اور قبولیت دعا کے ان گنت واقعات کے تذکرے نے سننے والوں کے ایمان کو جلا بخشی اور ہر دل سے اس محسن کے لئے دعا نکلی۔ اس کے بعد بلال راجہ صاحب نے نظم پڑھی اور ابراہیم نعیم صاحب نے اس کا ترجمہ پیش کیا۔ اس پروگرام کے آخری مقرر مسیح دوراں کے پڑ پوتے ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب تھے۔ آپ نے ''ذکر حبیب'' پر اپنے دھیمے مگر پراثر انداز میں حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے مختلف واقعات بیان کئے جن سے آپ کی خدا ترسی، مخلوق خدا سے ہمدردی، فلاح و بہبود انسانی، اسلام کے دفاع میں آپ کا قلمی جہاد، آپ کی قبولیت دعا کے عظیم الشان نشان، اپنوں اور غیروں سے شفقت وتلطف قلب ونظر میں عجیب روحانی کیفیت پیدا کر گئے۔

اختتامی خطاب میں امیر صاحب نے کہا ہم سب اللہ تعالیٰ کے رحم وفضل کے محتاج ہیں۔ یہ جو مختلف چندہ جات کی تحریکات ہیں ان کو بوجھ سمجھنے کی بجائے ان کو خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھنا چاہیئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ہمیں موصیان کی تعداد 700 سے مزید ایک ہزار بڑھا کر 1700 کرنی ہے۔ اس کے بعد آپ نے نظام وصیت پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ اس کے لوازمات میں قربانی، فروتنی اور عاجزی شامل ہیں۔

دوسرے آپ نے اس بات کو نہایت درد وفکر سے بیان کیا کہ ہمیں اپنے Afro-American بھائیوں کی غربت وخستہ حالی کی طرف عملی طور پر اور دعاؤں سے متوجہ ہونا چاہیئے۔ آپ نے نصیحت کی کہ ہمارے ان بھائیوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی کامل پیروی کرتے ہوئے خلافت کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینا چاہیئے۔

تیسرے آپ نے احباب کو خاص طور پر انسانیت کے لئے دعاؤں کی طرف توجہ دلائی کہ اقوام عالم میں پھیلی نفرت ختم ہو اور ایک دوسرے کے مسائل کو سمجھنے کی فضا سازگار ہو۔ امریکی قیادت کی رہنمائی کے لئے بھی دعا کی تحریک کی گئی۔ چوتھی اہم بات جس کی طرف آپ نے احبابِ جماعت کو متوجہ کیا وہ یہ تھی کہ آپ نے جماعت کے تمام واقفین، مربی صاحبان اور کارکنان اور مستورات کے لئے دعا کرنی ہے اور خاص طور پر نوجوانوں کے لئے جنہیں اس معاشرہ میں مختلف مسائل کا سامنا ہے اس کے بعد آپ نے اجتماعی دعا کروائی اور یہ جلسہ بفضلِ تعالیٰ بخیر وخوبی اختتام کو پہنچا۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

آداب دُعا، تقویٰ کا حصول اور قبولیت دعا کے راز

مرسلہ: حبیب الرحمٰن زیروی صاحب

سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

آدمی جو صرف دعا کرتا ہے اور تدبیر نہیں کرتا وہ خطا کار ہے۔اسی طرح پر یہ دوسرا جو تدبیر ہی کو کافی سمجھتا ہے وہ ملحد ہے مگر تدبیر اور دعا دونوں باہم ملا دینا اسلام ہے۔ اسی واسطے میں نے کہا ہے کہ گناہ اور غفلت سے بچنے کے لئے اس قدر تدبیر کرے جو تدبیر کا حق ہے اور اس قدر دعا کرے جو دعا کا حق ہے۔اسی واسطے قرآن شریف کی پہلی سورۃ فاتحہ میں ان دونوں باتوں کو مدنظر رکھ کر فرمایا ہے

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ O

(الفاتحہ:5)

اِیَّاكَ نَعْبُدُ اسی اصل تدبیر کو بتاتا ہے اور مقدم اس کو کیا ہے کہ پہلے انسان رعایت اسباب اور تدبیر کا حق ادا کرے مگر اس کے ساتھ ہی دعا کے پہلو کو چھوڑ نہ دے بلکہ تدبیر کے ساتھ ہی اس کو مدنظر رکھے۔مومن جب ایاك نعبد کہتا ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو معاً اس کے دل میں گزرتا ہے کہ میں کیا چیز ہوں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں جب تک اس کا فضل اور کرم نہ ہو۔اس لئے وہ معاً کہتا ہے اِیَّاكَ نَسْتَعِیْن مدد بھی تجھ ہی سے چاہتے ہیں۔یہ ایک نازک مسئلہ ہے جس کو بجز اسلام کے اور کسی مذہب نے نہیں سمجھا۔اسلام ہی نے اس کو سمجھا ہے۔پس اس کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ اس میں داخل ہونے والا اس اصل کو مضبوط پکڑ لے۔تدبیر بھی کرے اور مشکلات کے لئے دعا بھی کرے اور کرا وے۔اگر ان دونوں پلڑوں میں سے کوئی ایک ہلکا ہے تو کام نہیں چلتا ہے اس لئے ہر ایک مومن کے واسطے ضروری ہے کہ اس پر عمل کرے مگر اس زمانہ میں میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ وہ تدبیریں تو کرتے ہیں مگر دعا سے غفلت کی جاتی ہے بلکہ اسباب پرستی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ تدابیر دنیا ہی کو خدا بنا لیا گیا ہے اور دعا پر ہنسی کی جاتی ہے اور اس کو ایک فضول شئے قرار دیا جاتا ہے۔یہ سارا اثر یورپ کی تقلید سے ہوا ہے۔یہ خطرناک زہر ہے جو دنیا میں پھیل رہا ہے مگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس زہر کو دور کرے چنانچہ یہ سلسلہ اسی لئے قائم کیا ہے تا دنیا کو خدا تعالیٰ کی معرفت ہو۔اور دعا کی حقیقت اور اس کے اثر سے اطلاع ملے۔

(ملفوظات جلد ششم ص 268-269)

آداب الدعاء:

بعض لوگ اس قسم کے بھی ہیں جو بظاہر دعا بھی کرتے ہیں مگر اس کے فیوض اور ثمرات سے بے بہرہ رہتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آداب الدعاء سے ناواقف ہوتے ہیں اور دعا کے اثر اور نتیجہ کے لئے بہت جلدی کرتے ہیں اور آخر تھک کر رہ جاتے ہیں حالانکہ یہ طریق ٹھیک نہیں ہے۔پس کچھ تو پہلے ہی زمانہ کے اثر اور رنگ سے اسباب پرستی ہوگئی ہے اور دعا سے غفلت عام ہوگئی۔خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں رہا۔نیکیوں کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی اور کچھ ناواقفی اور جہالت نے تباہی کر رکھی ہے کہ حق کو چھوڑ کر صراط مستقیم کو چھوڑ کر اور اور طریقے اور راہ ایجاد کر لئے ہیں۔جس کی وجہ سے لوگ بھٹکتے پھر رہے ہیں اور کامیاب نہیں ہوتے۔

سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ جس سے دعا کرتا ہے اس پر کامل ایمان ہو۔اس کو موجود۔سمیع۔بصیر۔خبیر۔علیم۔متصرف۔قادر سمجھے اور اس کی ہستی پر ایمان رکھے کہ وہ دعاؤں کو سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔مگر کیا کروں کس کو سناؤں اب اسلام میں مشکلات ہی اور آ پڑی ہیں کہ جو محبت خدا تعالیٰ کا رتبہ انسانوں اور مُردوں کو دیتے ہیں۔حاجت روا اور مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تھی۔مگر اب جس قبر کو دیکھو وہ حاجت روا ٹھہرائی گئی ہے۔میں اس حالت کو دیکھتا ہوں تو دل میں درد اُٹھتا ہے مگر کیا کہیں کس کو جا کر سنائیں۔

(ملفوظات جلد ششم ص 269-270)

آخری فتح دُعا سے ہوگی:

میں دیکھتا ہوں کہ یہ زمانہ اس قسم کا آگیا ہے کہ انصاف اور دیانت سے کام نہیں لیا جاتا اور بہت ہی تھوڑے لوگ ہیں جن کے واسطے دلائل مفید ہو سکتے ہیں ورنہ دلائل کی پرواہی نہیں کی جاتی۔ اور قلم کام نہیں دیتا۔ ہم ایک کتاب یا رسالہ لکھتے ہیں۔ مخالف اس کے جواب میں لکھنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ دعا سے آخری فتح ہوگی اور انبیاء علیہم السلام کا یہی طرز رہا ہے کہ جب دلائل اور حجج کام نہیں دیتے تو ان کا آخری حربہ دعا ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍO

(سورۃ ابراہیم:16)

یعنی جب ایسا وقت آجاتا ہے کہ انبیاء و رسل کی بات نہیں مانتے تو پھر دعا کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے مخالف متکبر و سرکش آخر نامراد اور ناکام ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی مسیح موعودؑ کے متعلق جو یہ آیا ہے

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًاO

(سورۃ الکہف:100)

اس سے بھی مسیح موعود کی دعاؤں کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ نزول از آسمان کے یہی معنے ہیں کہ جب کوئی امر آسمان سے پیدا ہوتا ہے تو کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اسے رد نہیں کر سکتا۔ آخری زمانہ میں شیطان کی ذریت بہت جمع ہو جائے گی کیونکہ وہ شیطان کا آخری جنگ ہے مگر مسیح موعود کی دعائیں اس کو ہلاک کر دیں گی۔

(ملفوظات جلد ششم ص322-324)

تقویٰ اور اس کے حصول کا طریق:

ضروری امر یہ ہے کہ پہلے یہ سمجھ لے کہ تقویٰ کیا چیز ہے اور کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ تقویٰ تو یہ ہے کہ باریک در باریک پلیدگی سے بچے اور اس کے حصول کا یہ طریق ہے کہ انسان ایسی کامل تدبیر کرے کہ گناہ کے کنارہ تک نہ پہنچے۔ اور پھر نری تدبیر ہی کو کافی نہ سمجھے بلکہ ایسی دعا کرے جو اس کا حق ہے کہ گداز ہو جاوے بیٹھ کر، سجدہ میں، رکوع میں، قیام میں اور تہجد میں۔ غرض ہر حالت اور ہر وقت اسی فکر و دعا میں لگا رہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ اور معصیت کی خباثت سے نجات بخشے۔ اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے کہ انسان گناہ اور معصیت سے محفوظ اور معصوم ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں راست باز اور صادق ٹھہر جاوے۔

(ملفوظات جلد ششم ص 337)

دعا کے ساتھ دلائل کی اہمیت:

اگرچہ فیصلہ دعاؤں سے ہی ہونے والا ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ دلائل کو چھوڑ دیا جاوے۔ نہیں دلائل کا سلسلہ بھی برابر رکھنا چاہئیے اور قلم کو روکنا نہیں چاہئیے۔ نبیوں کو خدا تعالیٰ نے اسی لئے اولی الایدی والابصار کہا ہے کیونکہ وہ ہاتھوں سے کام لیتے ہیں۔ پس چاہئے کہ تمہارے ہاتھ اور قلم نہ رکیں اس سے ثواب ہوتا ہے۔ جہاں تک بیان اور لسان سے کام لے سکو لئے جاؤ اور جو جو باتیں تائید دین کے لئے سمجھ میں آتی ہیں انہیں پیش کئے جاؤ وہ کسی نہ کسی کو فائدہ پہنچائیں گی۔ میری غرض اور نیت بھی یہی ہے کہ جب وہ وقت آوے تو اپنے وقت کا ایک حصہ اس کام کے لئے بھی رکھا جاوے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تبتّل تام اور انقطاع کلی سے دعا کرے تو ایسے ایسے خارق عادت اور سماوی امور کھلتے ہیں اور سوجھتے ہیں کہ وہ دنیا پر حجت ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس دعا کے وقت جو کچھ خدا تعالیٰ ان کے استیصال کے وقت دل میں ڈالے وہ سب پیش کیا جاوے۔

انسان اگر اپنے نفس کی پاکیزگی اور طہارت کی فکر کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ کر گناہوں سے بچتا رہے تو اللہ تعالیٰ یہی نہیں کہ اس کو پاک کر دے گا بلکہ وہ اس کا متکفل اور متولی بھی ہو جائے گا اور انہیں خبیثات سے بچائے گا

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ

(سورۃ النور:27)

کے یہی معنے ہیں۔ اندرونی معصیت، ریاکاری، عجب، تکبر، خوشامد، خود پسندی، بدظنی اور بدکاری وغیرہ وغیرہ خباثتوں سے بچنا چاہئیے۔ اگر اپنے آپ کو ان خباثتوں سے بچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پاک و مطہر کر دے گا۔

(ملفوظات جلد ششم ص 328-337)

تدبیر اور دعا کا کامل اتحاد:

لیکن یہ نعمت نہ تو نری تدبیر سے حاصل ہوتی ہے اور نہ نری دعا سے بلکہ یہ دعا اور

تدبیر دونوں کے کامل اتحاد سے حاصل ہوسکتی ہے جو شخص نری دعا ہی کرتا ہے اور تدبیر نہیں کرتا وہ شخص گناہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کو آزماتا ہے ایسا ہی جو نری تدبیر کرتا ہے اور دعا نہیں کرتا وہ بھی شوخی کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے استغنا ظاہر کر کے اپنی تجویز اور تدبیر اور زور بازو سے نیکی حاصل کرنا چاہتا ہے۔

لیکن مومن اور سچے کا یہ شیوہ نہیں وہ تدبیر اور دعا دونوں سے کام لیتا ہے۔ پوری تدبیر کرتا ہے اور پھر معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ کر دعا کرتا ہے اور یہی تعلیم قرآن شریف کی پہلی ہی سورۃ میں دی گئی ہے چنانچہ فرمایا

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ○

(الفاتحہ:5)

جو شخص اپنے قویٰ سے کام نہیں لیتا وہ نہ صرف اپنے قویٰ کو ضائع کرتا اور ان کی بے حرمتی کرتا ہے بلکہ وہ گناہ کرتا ہے۔ مثلاً ایک شخص ہے جو کنجروں کے ہاں جاتا ہے اور اسی بد صحبت میں اپنا دن بسر کرتا ہے اور پھر دعا کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے گناہ سے بچا ایسا شوخ انسان خدا تعالیٰ سے مسخری کرتا ہے اور اپنی جان پر ظلم۔ اس سے اس کو کچھ فائدہ نہ ہوگا اور آخر یہ خیال کر کے کہ میری دعا سنی نہیں گئی۔ وہ خدا سے بھی منکر ہوجاتا ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ انسان بعض اوقات تدبیر سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن تدبیر پر کلی بھروسہ کرنا سخت نادانی اور جہالت ہے جب تک تدبیر کے ساتھ دعا نہ ہو کچھ نہیں اور دعا کے ساتھ تدبیر نہ ہو تو کچھ فائدہ نہیں۔ جس کھڑکی کی راہ سے معصیت آتی ہے پہلے ضروری ہے کہ اس کھڑکی کو بند کیا جاوے۔ پھر نفس کی کشاکش کے لئے دعا کرتا رہے۔ اسی کے واسطے کہا ہے

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ط

(العنکبوت:70)

اس میں کس قدر ہدایت تدابیر کو عمل لانے کے واسطے کی گئی ہے تدابیر میں بھی خدا کو نہ چھوڑے۔ دوسری طرف فرماتا ہے

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ط

(المومن:61)

پس اگر انسان پورے تقویٰ کا طالب ہے تو تدبیر کرے اور دعا کرے۔ دونوں کو جو بجالانے کا حق ہے بجالائے۔ تو ایسی حالت میں خدا اس پر رحم کرے گا لیکن ایک کرے گا اور دوسری کو چھوڑے گا تو محروم رہے گا۔

(ملفوظات جلد ششم ص339)

اپنے بھائی کی غلطی دیکھ کر اس کے لئے دعا کرو

صلاح تقویٰ، نیک بختی اور اخلاقی حالت کو درست کرنا چاہیئے۔ مجھے اپنی جماعت کا یہ بڑا غم ہے کہ ابھی تک یہ لوگ آپس میں ذرا سی بات سے چڑ جاتے ہیں عام مجلس میں کسی کو احمق کہہ دینا بھی بڑی غلطی ہے اگر اپنے کسی بھائی کی غلطی دیکھو تو اس کے لئے دعا کرو کہ خدا اسے بچالیوے یہ نہیں کہ منادی کرو۔ جب کسی کا بیٹا بد چلن ہو تو اس کو سر دست کوئی ضائع نہیں کرتا بلکہ اندر ایک گوشہ میں سمجھاتا ہے یہ برا کام ہے اس سے باز آجا۔ پس جیسے رفق۔ حلم اور ملائمت سے اپنی اولاد سے معاملہ کرتے ہو ویسے ہی آپس میں بھائیوں سے کرو۔ جس کے اخلاق اچھے نہیں ہیں مجھے اس کے ایمان کا خطرہ ہے کیونکہ اس میں تکبر کی ایک جڑ ہے اگر خدا راضی نہ ہو تو گویا یہ برباد ہوگیا۔ پس جب اس کی اپنی اخلاقی حالت کا یہ حال ہے تو اسے دوسرے کو کہنے کا کیا حق ہے۔

(ملفوظات جلد ششم ص368)

تقویٰ حاصل کرنے کا طریق:

اخلاص اور محبت سے کسی کو نصیحت کرنی بہت مشکل ہے لیکن بعض وقت نصیحت کرنے میں بھی ایک پوشیدہ بغض اور کبر ملا ہوا ہوتا ہے اگر خالص محبت سے وہ نصیحت کرتے ہوتے تو خدا تعالیٰ ان کو اس آیت کے نیچے نہ لاتا۔ بڑا سعید وہ ہے جو اول اپنے عیوب کو دیکھے۔ ان کا پتہ اس وقت لگتا ہے جب ہمیشہ امتحان لیتا رہے۔ یاد رکھو کہ کوئی پاک نہیں ہوسکتا جب تک خدا اسے پاک نہ کرے۔ جب تک اتنی دعا نہ کرے کہ مر جاوے تب تک سچی تقویٰ حاصل نہیں ہوتی۔ اس کے لئے دعا سے فضل طلب کرنا چاہیئے۔ اب سوال ہوسکتا ہے کہ اسے کیسے طلب کرنا چاہیئے تو اس کے لئے تدبیر سے کام لینا ضروری ہے جیسے ایک کھڑکی سے اگر بدبو آتی ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ یا اس کھڑکی کو بند کرے یا بدبودار شئے کو اٹھا کر دور پھینک دے۔ پس کوئی اگر تقویٰ چاہتا ہے اور اس کے لئے تدبیر سے کام نہیں لیتا تو وہ بھی گستاخ

ہے کہ خدا کے عطا کردہ قویٰ کو بیکار چھوڑتا ہے۔ ہر ایک عطاء الٰہی کو اپنے محل پر صرف کرنا اس کا نام تدبیر ہے جو ہر ایک کا فرض ہے۔ ہاں جو نری تدبیر پر بھروسہ کرتا ہے وہ بھی مشرک ہے اور اسی بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے جس میں یورپ ہے تدبیر اور دعا دونوں کا پورا حق ادا کرنا چاہئے تدبیر کر کے سوچے اور غور کرے کہ میں کیا شئے ہوں۔ فضل ہمیشہ خدا کی طرف سے آتا ہے۔ ہزار تدبیر کرو ہرگز کام نہ آوے گی جب تک آنسو نہ بہیں۔ سانپ کے زہر کی طرح انسان میں زہر ہے اس کا تریاق دعا ہے جس کے ذریعہ سے آسمان سے چشمہ جاری ہوتا ہے۔ جو دعا سے غافل ہے وہ مارا گیا۔ ایک دن اور رات جس کی دعا سے خالی ہے وہ شیطان سے قریب ہوا۔ ہر روز دیکھنا چاہئے کہ جو حق دعاؤں کا تھا وہ ادا کیا ہے کہ نہیں۔ نماز کی ظاہری صورت پر اکتفا کرنا نادانی ہے۔ اکثر لوگ رسمی نماز ادا کرتے ہیں اور بہت جلدی کرتے ہیں جیسے ایک ناواجب ٹیکس لگا ہوا ہے۔ جلدی گلے سے اتر جاوے۔ بعض لوگ نماز تو جلدی پڑھ لیتے ہیں لیکن اس کے بعد دعا اس قدر لمبی مانگتے ہیں کہ نماز کے وقت سے دگنا تگنا وقت لے لیتے ہیں حالانکہ نماز تو خود دعا ہے جس کو یہ نصیب نہیں ہے کہ نماز میں دعا کرے اس کی نماز ہی نہیں۔ چاہئے کہ اپنی نماز کو دعا سے مثل کھانے اور سرد پانی کے لذیذ اور مزیدار کرلو ایسا نہ ہو کہ اس پر وَیل ہو۔

(ملفوظات جلد ششم ص369-370)

بلاؤں کے نزول کے وقت دعاؤں میں لگے رہیں:

یاد رکھو قہر الٰہی کو کوئی روک نہیں سکتا وہ سخت چیز ہے۔ خبیث قوموں پر جب نازل ہوا ہے تو وہ تباہ ہو گئی ہیں۔ اس قہر سے ہمیشہ کامل ایمان بچا سکتا ہے۔ ناقص ایمان بچا نہیں سکتا بلکہ کامل ایمان ہو تو دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ اور

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ؕ

(المومن:61)

خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے جو خلاف نہیں ہوتا کیونکہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَO

(آلِ عمران:10)

اس کا فرمان ہے پس ایسے وقت میں کہ آفت نازل ہو رہی ہے ایک تو یہ چاہئے کہ دعائیں کرتے رہیں۔ دوسرے صغائر کبائر سے جہاں تک ممکن ہو بچتے رہیں۔ تدبیروں اور دعاؤں میں لگے رہیں۔ گناہ کا زہر بڑا خطرناک ہے۔ اس کا مزا اسی دنیا میں چکھنا پڑتا ہے گناہ دو طرح پر ہوتے ہیں۔ ایک گناہ غفلت سے ہوتے ہیں جو شباب میں ہو جاتے ہیں۔ دوسرے بیداری کے وقت میں ہوتے ہیں۔ جب انسان پختہ عمر کا ہو جاتا ہے ایسے وقت میں جب گناہوں سے راضی نہیں ہوگا اور ہر وقت استغاثہ کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر سکینت نازل کرے گا اور گناہوں سے بچائے گا۔

گناہوں سے پاک ہونے کے واسطے بھی اللہ تعالیٰ ہی کا فضل درکار ہے جب اللہ تعالیٰ اس کے رجوع اور توبہ کو دیکھتا ہے تو اس کے دل میں غیب سے ایک بات پڑ جاتی ہے اور گناہ سے نفرت کرنے لگتا ہے اور اس حالت کے پیدا ہونے کے لئے حقیقی مجاہدہ کی ضرورت ہے

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ؕ

(العنکبوت:70)

جو مانگتا ہے اس کو ضرور دیا جاتا ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ دعا جیسی کوئی چیز نہیں۔ دنیا میں دیکھو کہ بعض خرگدا ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ہر روز شور ڈالتے رہتے ہیں۔ ان کو آخر کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو قادر اور کریم ہے جب یہ اڑ کر دعا کرتا ہے تو پا لیتا ہے کیا خدا انسان جیسا بھی نہیں۔

(ملفوظات جلد ششم ص384-385)

قبولیت دعا کا راز:

یہ قاعدہ یاد رکھو کہ جب دعا سے باز نہیں آتا اور اس میں لگا رہتا ہے تو آخر دعا قبول ہو جاتی ہے مگر یہ بھی یاد رہے کہ باقی ہر قسم کی دعائیں طفیلی ہیں اصل دعائیں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے واسطے کرنی چاہئیں۔ باقی دعائیں خود بخود قبول ہو جائیں گی کیونکہ گناہ کے دور ہونے سے برکات آتی ہیں۔ یوں دعا قبول نہیں ہوتی جو نری دنیا ہی کے واسطے ہو۔ اس لئے پہلے خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے واسطے دعائیں کرے اور وہ سب سے بڑھ کر دعا

اِھْدِ نَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَO

(الفاتحہ:6)

ہے جب یہ دعا کرتا رہے گا تو وہ منعم علیھم کی جماعت میں داخل ہوگا جنہوں

نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی محبت کے دریا میں غرق کر دیا ہے۔ ان لوگوں کے زمرہ میں جو منقطعین ہیں داخل ہو کر یہ وہ انعامات الٰہی حاصل کرے گا جیسی عادت اللہ ان سے جاری ہے۔ یہ کبھی کسی نے نہیں سنا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک راستباز۔ متقی کو رزق کی مار دے بلکہ وہ تو سات پشت تک بھی رحم کرتا ہے۔ قرآن شریف میں خضر وموسیٰ کا قصہ درج ہے کہ انہوں نے ایک خزانہ نکالا اس کی بابت کہا گیا کہ

اَبُوْ هُمَا صَالِحًا ج

(الکہف:83)

اس آیت میں ان کے والدین کا ذکر تو ہے لیکن یہ ذکر نہیں کہ وہ لڑکے خود کیسے تھے۔ باپ کے طفیل سے اس خزانہ کو محفوظ رکھا تھا اور اس لئے ان پر رحم کیا گیا۔ لڑکوں کا ذکر نہیں کیا بلکہ ستاری سے کام لیا۔

توریت اور ساری آسمانی کتابوں میں پایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ متقی کو ضائع نہیں کرتا اس لئے پہلے ایسی دعائیں کرنی چاہئیں جن سے نفس امارہ، نفس مطمئنہ ہو جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ راضی ہو جاوے۔ پس

اِھْدِ نَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ O

(الفاتحہ:6)

کی دعائیں مانگو کیونکہ اس کے قبول ہونے پر جو یہ خود مانگتا ہے خدا تعالیٰ دیتا ہے۔

(ملفوظات جلد سوم ص386-387)

قبولیت کا اثر:

ایک ضرب المثل ہے جو دعا کے مضمون کو خوب ادا کرتی ہے اور وہ یہ ہے:۔

جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا

یعنی جو مانگنا چاہتا ہے اس کو ضروری ہے کہ ایک موت اپنے اوپر وارد کرے اور مانگنے کا حق اسی کا ہے جو اوّل اس موت کو حاصل کر لے۔ حقیقت میں اسی موت کے نیچے دعا کی حقیقت ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ دعا کے اندر قبولیت کا اثر اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ انتہائی درجہ کے اضطرار تک پہنچ جاتی ہے۔ جب انتہائی درجہ اضطرار کا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی قبولیت کے آثار اور سامان بھی پیدا ہو جاتے ہیں پہلے سامان آسمان پر کئے جاتے ہیں اس کے بعد وہ زمین پر اثر دکھاتے ہیں۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں بلکہ ایک عظیم الشان حقیقت ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس کو خدائی کا جلوہ دیکھنا ہو اسے چاہئے کہ دعا کرے۔

ان آنکھوں سے وہ نظر نہیں آتا بلکہ دعا کی آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ کیونکہ اگر دعا کے قبول کرنے والے کا پتہ نہ لگے تو جیسے لکڑی کو گھن لگ کر وہ نکمی ہو جاتی ہے ویسے ہی انسان پکار پکار کر تھک کر آخر دہریہ ہو جاتا ہے ایسی دعا چاہئے کہ اس کے ذریعہ ثابت ہو جاوے کہ اس کی ہستی برحق ہے۔ جب اس کو یہ پتہ لگ جاوے گا تو اس وقت وہ اصل میں صاف ہو گا یہ بات اگرچہ بہت مشکل نظر آتی ہے لیکن اصل میں مشکل بھی نہیں ہے۔ بشرطیکہ تدبیر اور دعا دونوں سے کام لیوے جیسے

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّا كَ نَسْتَعِيْنُ O

(الفاتحہ:5)

کے معنوں میں (ابھی تھوڑے دن ہوئے) بتلایا گیا ہے۔ نماز پوری پڑھو۔ صدقہ اور خیرات دو تو پوری نیت سے دو کہ خدا راضی ہو جاوے اور توفیق طلب کرتے رہو کہ ریاکاری عجب وغیرہ زہریلے اثر جس سے ثواب اور اجر باطل ہوتا ہے دور ہو جاویں اور دل اخلاص سے بھر جاوے خدا پر بدظنی نہ کرو وہ تمہارے لئے ان کاموں کو آسان کر سکتا ہے وہ رحیم کریم ہے۔ با کریماں کارہا دشوار نیست۔ اگر پیچھے لگے رہو گے تو اسے رحم آ ہی جائے گا۔

(ملفوظات جلد سوم ص408)

خدا یابی سے محروم رہنے کے اسباب:

بہت لوگ ہیں کہ سیدھی نیت سے طلب نہیں کرتے۔ تھوڑا طلب کر کے تھک جاتے ہیں۔ دیکھو اگر ایک زمین میں چالیس ہاتھ کھودنے سے پانی نکلتا ہے تو تین چار ہاتھ کھود کر جو شکایت کرے کہ پانی نہیں نکلا اسے تم کیا کہو گے؟ اس قسم کے بدقسمت انسان ہوتے ہیں کہ وہ دو چار دن دعا کر کے کہتے ہیں کہ ہمیں پتہ کیوں نہیں لگا اور اس طرح ایک دنیا گمراہ ہو گئی ہے۔ وظیفے اور مجاہدے کرتے رہے مگر جس حد تک کھودنے سے پانی نکلنا تھا اس حد تک نہ کھودا یعنی نہ پہنچے تو خدا کی ذات سے منکر ہو گئے اور آخر کار خلقت کا رجوع اپنی طرف دیکھ کر ٹھگ بن گئے۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کی طرف جس رفتار سے چلنا چاہئے تھا اس رفتار سے نہ چلے اور اس

کے عطا کردہ دوسرے قویٰ اور اعضاء سے کام نہ لیا اور طوطے کی طرح وظیفوں پر زور لگاتے رہے آخر کار لعنتی ہو گئے ۔

گر نباشد بدوست راہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

اس کے یہ معنے ہیں کہ اس کی راہ پر چلا جاوے یہاں تک کہ مر جاوے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ O

(الحجر:100)

کے یہی معنے ہیں۔ وہ موت جب آتی ہے تو ساتھ ہی یقین بھی آجاتا ہے۔ موت اور یقین ایک ہی بات ہے۔

غرضیکہ اس کمزوری اور کسل نے لوگوں کو خدایابی سے محروم کر دیا ہے کہ پورا حق تلاش کا ادا نہ کیا۔ راستہ میں چھلکا مل گیا اسی پر راضی ہو گئے اور دوکاندار بن گئے۔

(ملفوظات جلد ششم ص 409-410)

دُعائیں

حضرت عمر فاروقؓ تہجد کے وقت یہ دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ تو میری حالت اور حاجت جانتا ہے۔ میں تیری درگاہ سے لوٹوں تو بامراد ہوں۔ میری دُعا قبول ہو۔ تو نے میری مغفرت فرمادی ہو اور مجھ پر رحم کر دیا ہو۔''

نمازِ تہجد کے بعد دُعا کرتے:

''اللہ دنیا کی کوئی چیز اور حالت ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں۔ اے اللہ میں بولوں تو علم سے، خاموش رہوں تو حلم کے سبب سے۔ اللہ مجھے دنیا اتنی نہ دینا کہ میں طغیانی میں مبتلا ہو جاؤں۔ حد سے بڑھ جاؤں۔ اتنی قلیل بھی نہ دینا کہ میں تجھے بھول جاؤں۔ کیونکہ جو تھوڑا ہو اور کافی ہو وہ اُس سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور خُدا سے غافل کرنے والا ہو۔''

آپ یہ بھی دُعا مانگا کرتے تھے:۔

''اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ غفلت میں پکڑا جاؤں یا تو مجھے غفلت میں چھوڑ دے۔ یا تو مجھے غافلوں سے بنادے۔ مَیں ان سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

آپؓ فرمایا کرتے تھے:۔

''دُعا زمین اور آسمان سے معلّق رہتی ہے جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا جائے۔''

(سیّدنا حضرت عمر فاروقؓ ص 95-96)

مولا مؤاخذہ نہ کر

امۃ الباری ناصر

رَبَّنَا جو بھول ہو، خطا کروں تو بخش دے
رَبَّنَا جو سہو سے گناہ کروں تو بخش دے
سارے گناہ ڈھانپ دے ،مولا مؤاخذہ نہ کر

رَبَّنَا نہ ہم پہ پہلوں کی طرح کا بوجھ ڈال
نہ جس کی تاب لاسکیں، ہم سے تو ایسا بوجھ ٹال
تُو ہم کو خود سنبھال لے، مولا مؤاخذہ نہ کر

رَبَّنَا تیرے رحم کی وسعت ہے کائنات پر
رحیمیت کا واسطہ ' میری حقیر ذات پر
رحمت کی چادر ڈال دے ،مولا مؤاخذہ نہ کر

رواں رواں مصیبتوں میں تجھ کو ہے پُکارتا
تری طرف ہے ہاتھ اُمید و آس کا اُٹھا ہوا
تُو میرا ہاتھ تھام لے، مولا مؤاخذہ نہ کر

یہ غم ہے جاں کو کھا رہا ،کیا زادِ راہ ساتھ لُوں؟
اب شام گہری ہوگئی ،مفلس ہوں ، خالی ہاتھ ہوں
تُو بے حساب بخش دے ،مولا مؤاخذہ نہ کر

طویل اور کٹھن بہت ہیں ہمّ وغم کے سلسلے
فقط تمہارے فضل سے ملے تو مخلصی ملے
منگتی کا اِک سوال ہے، مولا مؤاخذہ نہ کر

(آمین)

میر محمود احمد ناصر صاحب سے ایک انٹرویو

تہمینہ لقمان

نوٹ: سیّد میر محمود احمدصاحب ناصر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے قریب ترین ساتھیوں میں سے ایک ہیں۔آپ آجکل جامعہ احمدیہ ربوہ کے پرنسپل ہیں۔ آپ حضرت اماں جانؓ کے بھتیجے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے داماد بھی ہیں۔ آپ گذشتہ سال امریکہ تشریف لائے اور اس دوران Portland, Oregon میں بھی قیام فرمایا۔ اس دوران آپ کی خدمت میں کئی سوال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے بارے میں پیش کئے گئے۔ آپ نے ان سوالات کے مختصر جوابات اردو میں تحریر فرمائے جو درج ذیل ہیں۔

غالباً 1935 کی بات ہے اوراس وقت میری عمر بہت چھوٹی تھی۔دارالانوار میں ہمارا مکان حضرت اماں جانؓ کی نگرانی میں زیرِتعمیر تھا۔اس وقت تک ہماری رہائش ایک مکان میں تھی جو الصفہ کے نام سے مشہور ہوا۔اپنے مکان کی تکمیلِ تعمیر سے قبل ہی ہم حضرت مصلح موعودؓ کے مکان کے اس حصہ کی نچلی منزل میں جس میں حضرت اُمّ طاہرؓ کی رہائش تھی چھ ماہ تک مقیم رہے۔یہاں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے ملنا ہوا اور بہت اچھا وقت گزرا۔اس عمر میں ہم گھل مل کر رہے،کھیلتے مگر ایک دفعہ بھی کسی قسم کی تلخی لڑائی جو بچوں میں ہو جاتی ہے نہیں ہوئی۔آپ کی عمر مجھ سے صرف ایک سال زیادہ تھی۔ چھ ماہ بعد ہم دارالانوار منتقل ہو گئے۔پھر وقتاً فوقتاً ملاقات ہوتی تھی۔

آپ کی جوانی کے بارہ میں میرے دو تاثرات ہیں جو آخر عمر تک قائم رہے۔آپ کی نماز باجماعت کی پابندی اورآپ کی غیر معمولی ذہانت۔

ربوہ ہجرت کے بعد ملاقات کا سلسلہ جاری رہا اور خدام الاحمدیہ کے اجتماعات میں ہم دونوں تقریری مقابلہ جات میں بھی شامل ہوتے۔پھر جامعۃ المبشرین ربوہ میں بھی کچھ عرصہ اکٹھے رہے اور سابقہ دو تاثرات کے علاوہ آپ کی غیر معمولی طور پر Active زندگی کا تاثر ابھی بھی ہے۔خدام الاحمدیہ کی سرگرمیوں میں بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ بیماری کے علاج کے لئے 1955 میں لندن تشریف لائے۔ خاکسار 1954 کے آخر میں لندن آچکا تھا۔حضورؓ کے ارشاد پر صاحبزادہ میاں طاہر احمد صاحب لندن ٹھہر گئے اور ہم دونوں کو لندن یونیورسٹی میں داخل ہونے کا ارشاد تھا۔ہم دونوں ایک ہی کلاس اٹینڈ کرتے۔آپؒ کی ذہانت،شرافت وشفقت،نماز باجماعت کی پابندی،حسنِ خطابت (انگریزی میں بھی) کے علاوہ آپؒ کی پاکیزہ اوردل کو خوش کردینے والی ظرافت کا گہرا اثر ہے۔

لندن میں حضورؒ کی زندگی مومنانہ زندگی تھی۔دن رات کی محنت اور حسنِ عمل کے ساتھ خوش طبعی برقرار تھی۔مغربی تہذیب کے بد پہلو کبھی آپ کی نیک وسعید فطرت پر اثر انداز نہ ہو سکے۔لندن میں آپؒ نے صحیح انگریزی تلفّظ سیکھنے کی طرف توجہ فرمائی اور ہاشم خان وغیرہ سے Squash کی کھیل کھیلی۔

آپؒ کی ظرافت میں ایک اصلاحی پہلو بھی تھا کہ اگر کوئی شخص مجلس میں کسی اور شخص کے بارہ میں کوئی لطیفہ تضحیک کے رنگ میں بیان کرتا تو آپ بڑی خوش طبعی سے بغیر کسی بدمزگی پیدا کرنے کے تضحیک کرنے والے پر باتوں باتوں میں اس کا لطیفہ الٹا دیتے۔

خلافت سے قبل وقف جدید کی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے آپؒ کی ہمہ وقت مصروفیت اور محنت کا ایک پہلو یہ تھا کہ اب پشاور میں ہیں تو کل کراچی میں اور اگلے روز راولپنڈی میں۔

آپؒ کے مسند خلافت پر متمکن ہونے سے صرف دو ماہ پہلے میں امریکہ سے پاکستان گیا تھا اور آپؒ کو ہمہ وقت خدمت دین و مخلوق میں (خصوصاً ہومیوپیتھی کے علاج کے ذریعہ) مصروف پایا۔نمازوں کی پابندی بھی اسی طرح تھی اور اس کے باوجود خوش طبعی اور ظرافت بھی قائم تھی۔

خلافت کے بعد مصروفیت اور بھی بڑھ گئی۔دن رات کی محنت جو پہلے بھی تھی اب اور بھی زیادہ ہو گئی۔گو خاکسار چند دن کے بعد ہی سپین آ گیا۔اسلئے ربوہ میں ان دنوں کی باتیں میرا عینی مشاہدہ نہیں۔ابھی میں سپین میں ہی تھا کہ حضور ہجرت

کر کے لندن تشریف لے آئے۔ اور میں کچھ عرصہ سپین رہ کر ربوہ چلا گیا۔
خلافت کے بعد لازماً میرے محبت کے تعلق میں اضافہ ہوا مگر اس تعلق نے احترام اور عقیدت کا جامہ بھی اوڑھ لیا۔
حضورؒ کی پاکستان سے روانگی کے وقت خاکسار پاکستان میں نہیں تھا۔ حضورؒ سے آخری ملاقات 2000 میں ہوئی ۔ میں امریکہ آیا تھا اپنی آنکھوں کے علاج کے سلسلہ میں۔
خاکسار شاعر نہیں اتفاق سے ایک نظم کہہ دی جو رسالہ خالد نے معلوم نہیں کس طرح حاصل کر لی اور شائع کر دی۔ حضور کا لندن سے محبت اور شفقت بھرا خط نظم کی تعریف میں ملا جب کہ میں بیت الرحمٰن میں عصر کی نماز کے انتظار میں تھا۔ امریکہ سے واپس جاتے ہوئے شاید ایک دن کے لئے لندن ٹھہرا۔ حضور نے باوجود بیماری اور ملاقات کا دفتری وقت گزر جانے کے اطلاع ملنے پر نہایت شفقت سے ملاقات کا وقت دیا۔ محبت سے باتیں کیں اور نظم کے متعلق فرمایا ’’تم نے تو حضرت خواجہ میر دردؒ کا ورثہ لیا ہے۔‘‘

جامعہ احمدیہ کینیڈا

گذشتہ سال یعنی 7؍ستمبر 2003 کو شمالی امریکہ میں پہلا جامعہ احمدیہ ٹورانٹو کینیڈا میں کھولا گیا تھا۔ ہمارے لئے یہ امر باعثِ فخر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 30؍جون 2004 کو جامعہ احمدیہ کینیڈا کا تفصیلی معائنہ فرمایا اور طلباء اور اساتذہ کو نہایت قیمتی ہدایات سے نوازا۔ الحمد للہ رب العالمین۔
خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے سال 28 طلباء داخل ہوئے اور امسال بفضلہٖ تعالیٰ 23 طلباء کو داخلہ دیا گیا ہے۔ درجہ اولیٰ اور ممہدہ کے طلباء کی کل تعداد 51 ہے۔ اس وقت ان طلباء کی ملک وار تقسیم حسبِ ذیل ہے:

امریکہ: 4 جرمنی: 4 یوکے: 1
فرانس: 1 بیلجیئم: 1 سعودی عرب: 1
کینیڈا: 39
وینکوور: (2 کیلگری: 4 سسکاٹون: 1
ہملٹن: 2 ٹورانٹو: 30)

احبابِ جماعت سے درخواست ہے کہ اس ادارہ کی کامیابی، ترقی اور اس کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کریں۔ جامعہ احمدیہ کے سٹاف اور طلباء کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

(مبارک احمد نذیر، پرنسپل جامعہ احمدیہ کینیڈا)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چند دُعائیں

آپؑ سب سے پہلے سورہ فاتحہ پڑھتے اور پھر باقی دعائیں کرتے۔ آپؑ فرماتے ہیں: ’’سب سے عمدہ دعا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی اور گناہوں سے نجات حاصل ہو۔ کیونکہ گناہوں ہی سے دل سخت ہو جاتا اور انسان دنیا کا کیڑا بن جاتا ہے۔ ہماری دعا یہ ہونی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ ہم سے گناہوں کو جو دل کو سخت کر دیتے ہیں دور کر دے اور اپنی رضامندی کی راہ دکھلائے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم ص30)

آپؑ نے فرمایا: ’’میں چند دُعائیں ہر روز مانگتا ہوں۔ اوّل: اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔ دوم: پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قُرّۃِ عین نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیّات کی راہ پر چلیں۔ سوم: پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔ چہارم: پھر اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام بنام۔ پنجم: پھر ان سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔

(الحکم جلد 4 ص 2تا11)

’’خدا تعالیٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دعا مانگنی چاہیئے کہ جس طرح اور پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذّتیں عطا کی ہیں نماز اور عبادت کا بھی ایک بار مزا چکھا دے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم ص 28)

رضائے باری کے حصول کی دعا: اے رب العالمین تیرے احسانوں کا شکر نہیں کر سکتا۔ تو نہایت ہی رحیم و کریم ہے اور تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں میرے گناہ بخش تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خاص محبت ڈال۔ تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے۔ میں تیرے وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین ثم آمین۔‘‘

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر4ص5)

حضور نماز کے لئے دعا: پنج وقت ہر ایک نماز میں خدا تعالیٰ کے حضور میں بعد ہر رکعت کے کھڑے ہو کر یہ دعا کریں۔
اے خدا تعالیٰ قادر و ذوالجلال! میں گناہ گار ہوں اور اس قدر گناہ کے زہر نے میرے دل اور رگ و ریشہ میں اثر کیا ہے کہ مجھے رقت اور حضورِ نماز حاصل نہیں تو اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ بخش اور میری تقصیرات معاف کر اور میرے دل کو نرم کر دے اور میرے دل میں اپنی عظمت اور اپنا خوف اور اپنی محبت بٹھا دے تا کہ اس کے ذریعہ سے میری سخت دلی دُور ہو کر حضورِ نماز میسّر آوے۔‘‘

(فتاوی مسیح موعود ص37مرتبہ فخرالدین ملتانی1935)

علیک السّلام و ظفر سیّدی

مبارک احمد ظفر

قلبِ مسرور پر جلوۂ نور سے
اتری تسکینِ دل ابنِ منصور سے
شب کے ماروں پہ آئی سحر سیدی

علیک السلام و ظفر سیدی
علیک السلام و ظفر سیدی

جب بھی آواز دو دوڑ تے آئیں گے
روک ہر راہ کی توڑتے آئیں گے
سر، آنکھوں پہ تیرے اَمَر سیدی

علیک السلام و ظفر سیدی
علیک السلام و ظفر سیدی

آپ آئے اَمن آگیا ہر طرف
ابرِ لطف و کرم چھا گیا ہر طرف
خوف جاتا رہا سارا ڈر سیدی

علیک السلام و ظفر سیدی
علیک السلام و ظفر سیدی

جو بھی کہتے ہو دل میں اتر جاتی ہے
ہر نصیحت تری کام کر جاتی ہے
تیری باتوں میں ہے اک اثر سیدی

علیک السلام و ظفر سیدی
علیک السلام و ظفر سیدی

انکی قسمت کا روشن ستارہ ہوا
صحنِ سینہ میں خوش رنگ اجالا ہوا
پڑگئی جن پہ تیری نظر سیدی

علیک السلام و ظفر سیدی
علیک السلام و ظفر سیدی

تیرے سایہ شفقت میں پھولیں پھلیں
ہم بسر زندگی خادمانہ کریں
تیرے چاکر رہیں عمر بھر سیدی

علیک السلام و ظفر سیدی
علیک السلام و ظفر سیدی

تجھ سے عہد وفا کو نبھائیں گے ہم
بخدا تیرے در سے نہ جائیں گے ہم
جان سوغات تو دل نذر سیدی

علیک السلام و ظفر سیدی
علیک السلام و ظفر سیدی

اپنی تائید سے سر فراز ے خدا
کامرانی سے تجھ کو نوازے خدا
تیرے قدموں کو چومے ظفر سیدی

علیک السلام و ظفر سیدی
علیک السلام و ظفر سیدی

تیرے کوچے کی جب سے گدائی ملی
ان گنت خیر وبرکت بھلائی ملی
ہے یہ باعثِ عزّ و فخر سیدی

محترم مولانا محمد اسمٰعیل منیر مرحوم

لطف الرحمٰن محمود

مولانا ایک پُر جوش داعئ اسلام اور ممتاز خادمِ دین تھے اور اُن کے دل میں قرآن کریم اور اُس کے علوم و معارف کی اشاعت کے لئے ایک خاص جوش پایا جاتا تھا۔ وہ ایک انتہائی مُنظم اور متحرک وجود تھے۔ اُنہیں آج ''مرحوم'' لکھتے ہوئے ایک عجیب قسم کی محرومی اور بے بسی کا احساس ہوتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

1962 میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی مجلس عاملہ کی رُکنیت کے حوالے سے اُن سے متعارف ہوا۔ ہم دونوں کئی سال تک اِس عاملہ کے رُکن رہے۔ مولانا اس دور میں مہتمم اطفال تھے اور بلا مبالغہ وہ اپنی ذات میں ایک مجلس اور ایک انجمن تھے۔ یہی تعارف آنے والے برسوں میں ارادت و عقیدت کی صورت میں پنپتا رہا۔ 1967 میں عاجز سیرالیون چلا گیا۔ 1974 میں مولانا امیر اور مشنری انچارج کی حیثیت سے سیرالیون تشریف لائے۔ دو اڑھائی سال وہاں خدمات سرانجام دیں۔ اُن کے عہدِ امارت کی تین خصوصیات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:

اوّل، تبلیغی و تربیتی دورے، دوم، لٹریچر کی اشاعت، سوم، نئے سکولز کا اجراء۔ ملک کے طُول و عرض میں شاید ہی کوئی اہم شہر، قصبہ یا چھوٹی بڑی جماعت ہو جس کا دورہ نہ کیا ہو۔ بعد میں سیرالیون میں کئی نئی معیاری سڑکیں بن گئیں۔ لیکن اُنہیں بہت سی کچی سڑکوں پر سفر کرنے پڑے جہاں بارشوں میں کیچڑ کی دلدلوں اور گرمیوں میں گرد و غبار سے واسطہ پڑتا ہے۔ مُسلم سپین کے ایک مشہور وزیرِ اعظم اور جرنیل محمد بن ابی عامر منصور کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ہر سفرِ جہاد سے واپس آ کر اپنے کپڑوں سے تمام گرد جھاڑ کر بڑی احتیاط سے ایک صندوقچی میں محفوظ کر لیتے تھے۔ وفات کے بعد اُن کی وصیت کے مُطابق عُمر بھر کی یہ جمع شدہ گرد اُن کے چہرے پر مَل کر اُنہیں سپردِ خاک کر دیا گیا ع

''میرے مولیٰ پیش ہے یہ حاصلِ شام و سحر''

مولانا نے بھی اِن للّٰہی سفروں میں بہت گرد سمیٹی لیکن اُسے کسی ڈبیہ میں جمع نہیں کیا۔ غُسلِ میت اور تجہیز و تکفین کے وقت یہ احقر بھی حاضر تھا۔ مجھے اُس وقت اُس عظیم جرنیل کی رحلت و تدفین کا واقعہ یاد آ گیا۔ گردِ سفر کا توشہ تو مولانا کے ساتھ نہ تھا البتہ اُن کے چہرے پر اُس طمانیت اور سکینت کا وہ ہالہ ضرور موجود تھا جو ہر نفسِ مطمئنّہ کا مُقدّر رہتا ہے۔

مولانا خطیب تو تھے ہی۔ قلم کے دھنی بھی نکلے۔ سُلطان القلمؑ کا فیض اِس رُوحانی جیش کے تمام خُدّام و انصار تک علیٰ قدرِ مراتب پہنچا ہے۔ وہ جہاں بھی رہے تالیف و تصنیف اور نشر و اشاعت کی طرف متوجہ رہے۔ قلم و قرطاس، اخبار و جرائد اور ریڈیو، ٹی وی، غرض تمام ذرائع ابلاغ سے استفادہ کرتے رہے۔ میں اُن کے قلمی کام کا ذکر الگ بھی کروں گا۔ سیرالیون میں اُنہوں نے ہزار ہا دو ورقے اور مختصر تبلیغی اشتہار شائع کئے۔ اُن میں دوسروں کو بھی اِس قسم کے علمی کاموں میں شامل کرنے کا ایک ہُنر اور سلیقہ تھا۔ برادرم محمد اقبال صاحب سے انہوں نے عربی بول چال کے لئے ایک کتابچہ ''تعلیم العربیہ'' لکھوا کر شائع کیا۔ ویسٹ افریقن ایگزامینیشنز کونسل (W.A.E.C.) کے اِسلامک ریلیجیئس نالج کے سلیبس میں حضرت امام نوویؒ کی منتخب کردہ ''چالیس احادیث'' بھی شامل تھیں۔ اُن کے انگریزی ترجمہ و تشریح کے لئے اس عاجز کو مُکلّف کیا اور اسے عربی متن کے ساتھ شائع کیا۔ یہ دونوں کتابیں طلبہ کے علاوہ دیگر احباب میں بھی مقبول ہوئیں۔

سیرالیون میں اُن کا تیسرا بڑا کام نئے سکولز کا اجراء تھا۔ اُن کی تشریف آوری کے وقت سیرالیون میں 5 سیکنڈری اور 20 پرائمری سکول کام کر رہے تھے۔ آپ نے نئے سکولوں کے اجراء کی طرف خاص توجہ دی۔ اپنے قیام (1974-1976) میں انہوں نے 11 نئے سیکنڈری اور 30 پرائمری سکول جاری کئے۔ اِس عاجز کے 29 سال سیرالیون میں جماعتِ احمدیہ کے سکولوں کے در و دیوار کے سائے تلے گُزرے ہیں۔ مجھے تعلیمی اداروں کے تعلیمی، مالی، انتظامی اور ترقیاتی مسائل کا بڑی حد تک اندازہ ہے۔ اِس لحاظ سے اِس تعداد میں نئے سکولز کے آغاز کو بہت بڑی کامیابی قرار دیا جا سکتا ہے۔ وقت گُزرنے کے ساتھ ساتھ وہاں جماعتی سکولز کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد کرتے رہے۔ 1976 میں سیرالیون سے واپسی کے وقت مولانا کے اعزاز میں فری ٹاؤن کے پیراماؤنٹ ہوٹل میں ایک الوداعی تقریب منعقد ہوئی جس میں متعدد ممالک کے سفیر، سرکاری

حکّام اور جماعت احمدیہ کے بہت سے مدّاح شامل ہوئے۔ یہ میرا آنکھوں دیکھا اور کانوں سُنا واقعہ ہے۔ سیرالیون میں اقوامِ متحدہ کے ترقیاتی پروگرام کے سربراہ مسٹر ہارپر نے اپنے ریمارکس میں نئے سکولز کے اجراء پر مولانا کو بھرپور خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ سیرالیون میں کام کرنے والے دوسرے مشنوں اور تنظیموں کو بھی اِس رفتارِ ترقی کی تقلید کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سیرالیون میں 1990 کے عشرے میں جماعتِ احمدیہ 20 سیکنڈری اور 100 پرائمری سکولز چلارہی تھی!ع

''نظر لگے نہ کہیں اُس کے دست و بازو کو''

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے ٹھوس خدمات کی توفیق عطا فرمائی۔ 1944 میں اُنہوں نے زندگی وقف کی۔ تکمیلِ تعلیم کے بعد 1951 میں تبلیغ و تربیتی خدمات کا آغاز کیا۔ مولانا کا بیرونی ممالک (سری لنکا، ماریشس، مشرقی افریقہ، سیرالیون) میں تبلیغ و تربیت کا عرصہ تقریباً 20 سال بنتا ہے۔ 27 سال تک مرکزِ سلسلہ میں اُنہیں مختلف انتظامی شعبوں کی سربراہی کا شرف حاصل ہوا۔ سیکرٹری مجلس نصرت جہاں، سیکرٹری حدیقۃ المبشرین، اور ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد و تعلیم القرآن کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ مولانا کو جامعہ احمدیہ میں لمبے عرصہ تک تعلیم و تدریس کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ اسلامی معاشرہ میں استاد کو ایک بلند مقام حاصل ہے۔ ایک حدیث کی رُو سے استاد کے زیرِ استعمال سیاہی (INK) اپنی قدر و قیمت میں شہداء کے مُقدّس خُون کے برابر ہے۔ مولانا مرحوم کے قلم کو سات سال تک اِس گرانقدر سیاہی سے نسبت رہی ہے۔ ذیلی تنظیموں کے کاموں سے بھی اُن کی دلچسپی آخری بیماری تک برقرار رہی۔ یہاں بھی خُدّام و انصار کے اجتماعات میں کسی نہ کسی حیثیت سے شامل ہوتے رہے۔ خُدّام الاحمدیہ سے وابستگی کا ذکر کر چکا ہوں۔ مجلس انصار اللہ نے بھی قیامِ مرکز کے دوران اُن کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا اور بعض شعبوں کی قیادت اُن کے سپرد کی۔ ضمناً عرض ہے کہ سیرالیون میں انہوں نے اپنی امارت کے دوران خُدّام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ وغیرہ ذیلی تنظیموں کو بھی منظم کیا۔ چنانچہ مشرقی صوبے میں گوارا چیفڈم کے صدر مقام JORU میں خُدّام کا پہلا اجتماع منعقد ہوا جس میں مرکزی روایات کو پیشِ نظر رکھنے کی کوشش کی گئی۔

تبلیغ مولانا کا ''پروفیشن'' تھا۔ میں تو یہ کہوں گا کہ اُنہیں تبلیغ کا جنون تھا۔ نہ صرف یہ کہ وہ اس کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیتے تھے بلکہ نئے نئے طریقے سوچتے اور استعمال کرتے رہتے۔ سالہا سال تک سلائیڈز کے ذریعے سے جماعتی سرگرمیوں کو موثر طور پر متعارف کراتے رہے۔ سلائیڈز کے مناظر پر بڑی خوش اسلوبی سے ''کومنٹری'' کرتے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بچوں کے پاس امریکہ تشریف لے آئے۔ سچ ہے کہ ایک ''واقفِ زندگی'' صرف دفتری کاغذات میں ریٹائر ہوتا ہے۔ اُس کے معمولات کا دھارا بدستور رواں دواں رہتا ہے۔ مولانا نے یہاں آکر آیاتِ قرآنی کے مختلف عناوین پر رنگین اور مصوّر چارٹس (Charts) بنانے شروع کیے۔ اِس ریسرچ میں تازہ دم مُستعد نوجوانوں کو شامل کیا۔ سائنسی انکشافات اور حضرت مسیح موعودؑ کی بعض پیشگوئیوں پر بھی چارٹس بنوائے اور مختلف مقامات پر تبلیغی جلسوں اور تربیتی اجتماعات اور تقاریب میں اُن کی نمائش کرتے رہے۔ دو سال قبل ٹکیساس کے شہر کالج سٹیشن کی وسیع و عریض لائبریری میں ایک ایسی ہی تبلیغی تقریب میں اِس احقر کو بھی شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ گزشتہ سال Caribbean کے جزائر میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے۔ ہیوسٹن میں جماعت کے ریڈیو کے ذریعے تبلیغی پرگرام میں بھی شامل ہوتے رہے۔ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ تبلیغ اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

مولانا کا حلقہء احباب بہت وسیع تھا۔ جہاں بھی رہے اچھی یادیں چھوڑ کر آئے۔ ماریشس ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جہاں کئی قومیں آباد ہیں۔ یہ مختلف مذاہب کے پیروکاروں کی سرزمین ہے۔ انہیں مرکز نے دو مرتبہ وہاں بھجوایا۔ مولانا تقریباً سات سال وہاں مقیم رہے۔ سیرالیون میں جب ہرے کرشنا مشن قائم ہوا تو ایک پنڈت صاحب زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس کسی تقریب میں خاکسار سے ملے۔ یہ جان کر کہ عاجز ایک احمدی مشنری ہے مُجھ سے پُوچھنے لگے ''مولانا مُنیر کہاں ہوتے ہیں؟'' اور پھر دیر تک بڑی محبت اور چاہت سے اُن سے دوستانہ تعلقات اور ماریشس میں اُن کی کامیابیوں کا ذکر کرتے رہے۔ اِس واقعہ سے مولانا کی وسیع المشربی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مولانا بڑے نکتہ رَس اور حاضر جواب تھے۔ مخالفین کے اعتراضات کے وقت اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید ہر احمدی کے شاملِ حال ہوتی ہے۔ مولانا تو تبلیغی گفتگو اور ابلاغِ حق کے مردِ میدان تھے۔ ایک دوست نے بتایا کہ ہیوسٹن (ٹیکساس) میں ایک مرتبہ ایک نقادِ احمدیت نے دورانِ گفتگو کراچی میں مقیم اپنے پیر صاحب کے کمالات و کرامات کا تذکرہ شروع کیا کہ اُنہوں نے کس طرح نظر ڈال کر ایک سانپ کو لکڑی بنا دیا، پھُونک مار کر ایک لاعلاج مریض کو شفا بخشی، اور لعابِ دہن

لگا کر ایک شخص کی رگوں سے زہریلے ناگ کا زہر زائل کر دیا۔غرض وہ صاحب دیر تک اپنے بزرگ کی مسیحائی کا دم بھرتے رہے۔مولانا اُن کی لمبی چوڑی داستان سُنتے رہے۔جب انہوں نے سب کچھ کہہ کر فاتحانہ انداز سے احمدی احباب پر نظر ڈالی تو مولانا نے صرف اتنا کہا کہ آپ فقط اِس سوال کا جواب عنایت فرمائیے کہ محترم پیر صاحب نے دُنیا میں اسلام کی اشاعت کے لئے کیا خدمات سرانجام دیں؟ یہ سُنتے ہی اُنہیں گویا سانپ سُونگھ گیا۔ایسا سکوت طاری ہوا کہ پھر کچھ اِرشاد نہ فرمایا۔

کامل اس فرقہء زہاد سے اُٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے بھی تو یہی رِندانِ قدح خوار ہوئے

مولانا کئی کتابوں کے مُصنّف ومؤلّف تھے۔بچوں کی تعلیم کے لئے انہوں نے چار کتابوں کا ایک سیٹ ''کامیابی کی راہیں'' تحریر فرمایا جس کے انگریزی اور فرانسیسی میں بھی کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔حضرت مسیح موعودؑ کی پیش گوئیوں کے حوالے سے ایک کتاب ''رُوس میں انقلاب'' کے عنوان سے لکھی جسے حکومتِ پنجاب نے ضبط کرلیا۔کتاب کی ضبطی سے کیا مالکِ ارض وسما کی تقدیریں ٹالی جاسکتی ہیں؟

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا!

اپنے حالاتِ زندگی، مشاہدات اور تاثرات کو انہوں نے اپنی کتاب ''احمدیت کی برکات'' میں درج کیا ہے۔ چند ماہ قبل وہ امریکہ اور یورپ کے مذہبی اور روحانی مستقبل کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے حوالے سے مواد یکجا کر رہے تھے۔ مجھے فرمایا کہ مغربی مُصنّفین کی کتابوں میں جہاں جہاں احمدیت کا ذکر ہے،ان مندرجات کی فوٹو کاپیاں اُنہیں فراہم کروں۔احقر نے کچھ مواد بھجوایا جسے تشکر واستحسان کے ساتھ قبول کیا اور یہ کام جاری رکھنے کی تلقین کی۔

مولانا کا خاندان ''واقفینِ زندگی'' کا خاندان ہے۔اُن کے بہت سے عزیز خدمتِ دین کی توفیق پارہے ہیں۔ایک مرتبہ تحدیثِ نعمت کے طور پر ذکر کیا کہ ان میں بہت سے ان کی تحریک پر اس طرف آئے ہیں۔اُن کے ایک صاحبزادے 'مکرم محمد الیاس مُنیر' ساہیوال میں واقع احمدیہ مسجد کی پیشانی پر رقم کلمہ طیّبہ کے تحفّظ کی سچی کہانی کے حوالے سے جماعت کی تاریخ کے ایک باب کا عنوان بن چکے ہیں۔قتل کے ایک مقدمے میں انہیں ناجائز طور پر ماخوذ کرکے سزائے موت سنائی گئی۔اس جوانِ رعنا نے پھانسی گھاٹ میں ایک لمبا عرصہ گُزارا۔مگر جسے خدا رکھے اُسے کون چکھے۔اس وقت وہ یورپ میں کلمہ توحید کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔سالہا سال تک بے قصور بیٹے کے یُوں پابندِ سلاسل رہنے پر مولانا صبر و رضا کا پیکر بنے رہے۔ الیاس صاحب جیل کے اعصاب شکن شب و روز کی تفصیل' ڈائری کی شکل میں قلمبند کرتے رہے۔مولانا نے اِس زندان نامے کا مسوّدہ مجھے بھی پڑھنے کے لئے عنایت فرمایا۔ترمیم وتلخیص کے بعد اسے ضرور کتابی شکل میں منصّہء شہود پر آنا چاہیئے۔یہ مواد تربیت اور ازدیادِ ایمان کے عناصر سے لبریز ہے۔تاریخ کے ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے میرے دل کی آواز یہی ہے کہ تشدّد، قید و بند، کرب و بلا، رجم وقتل، تختہء دار اور صلیبیں نہ کبھی پہلے اہلِ حق کو سرنگوں کرسکیں اور نہ آئندہ کر پائیں گی۔

قتل گاہوں سے چُن کر عَلَم
اور نکلیں گے عُشّاق کے قافلے

مولانا مرحوم اب ہم میں موجود نہیں۔خدمتِ دین کے حوالے سے ایک بھرپور زندگی گزار کروہ اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہوگئے ہیں۔اللہ تعالیٰ اُن کی عاجزانہ خدمات کو شرفِ قبول سے نوازے اور اُن کی رُوح کو اعلیٰ علیّین میں مقام قُرب سے سرفراز فرمائے۔ہیوسٹن میں مخلصین کی بڑی تعداد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی اور اُن کے جسدِ خاکی کو اشکبار آنکھوں سے پاکستان کے لئے رُخصت کیا۔ربوہ میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظرِ اعلیٰ اور امیر مقامی نے نمازِ جنازہ پڑھائی جس کے بعد وہ بہشتی مقبرہ کی خاک میں آسودۂ لحد ہوئے ع

''پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا''

چند دن بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لندن میں نمازِ جنازہ غائب کی امامت فرمائی۔یہ سب کچھ ان کی نیک بختی اور خوش قسمتی پر دال ہے۔اگر چہ کوئی موت بھی بے وقت نہیں ہوتی لیکن یُوں لگتا ہے کہ مولانا نے کچھ جلدی کی ہے۔ہم سب اِسی آخری منزل کے مُسافر ہیں۔کارگاہِ حیات کے سٹیشن پر اپنا اپنا ٹکٹ سنبھالے گاڑی کے مُنتظر ہیں ع

''تم ٹھنڈے ٹھنڈے گھر جاؤ ہم پیچھے پیچھے آتے ہیں''

مجاہد ہنگری
کیپٹن حاجی احمد خان ایاز
کا ذکرِ خیر

پروفیسر محمد سمیع طاہر کینیڈا

مجاہد ہنگری۔محترم کیپٹن حاجی احمد خان ایاز سابق امیر جماعت احمدیہ کھاریاں ضلع گجرات نے 29 اپریل 2001ء بقائے الٰہی حرکتِ قلب بند ہو جانے سے وفات پائی۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔آمین۔

محترم حاجی صاحب کے بارے میں کچھ لکھنا،میرے لئے جہاں ایک سعادت ہے وہاں فرض بھی ہے اور قرض بھی۔پس ان دونوں کی ادائیگی کی کوشش میں ذیل کی سطور تحریر کر رہا ہوں۔جہاں تک بات قرض کی ہے۔تو مجھے یہ سعادت ملی کہ میں نے ان کے دورِ امارت میں جماعت احمدیہ کھاریاں کی مختلف حیثیتوں میں خدمت کی توفیق پائی۔

ہم خدام الاحمدیہ میں وارد ہوئے تو ناظم اطفال بنائے گئے۔ہر روز اطفال کی کلاس ہوتی تھی۔دن کے وقت خود پڑھتے،رات کو اطفال کو پڑھاتے۔نظم، تلاوت،تقریر،مضمون نگاری،یہاں تک کہ کھیل کود میں اطفال طاق ہوتے گئے۔

فرائض اور سنتوں کی ادائیگی کے بعد جب جماعت کے اکثر احباب چلے جاتے تو اطفال کی کلاس ہوتی۔حاجی صاحب لمبی نماز پڑھتے اور بعد میں ہماری کلاس میں شامل ہو جاتے۔

محترم حاجی صاحب میرے اور ان بچوں کے لئے ہر روز دعا کیا کرتے تھے۔آج اس دور کے بچوں کو ہم نہایت عزت سے پکارتے ہیں۔ان میں سے ایک مولانا چوہدری منیر احمد مینیجنگ ڈائریکٹر ایم۔ٹی۔اے کینیڈا مقیم واشنگٹن ہیں۔ایک چوہدری نصیر احمد سیکرٹری مساجد کینیڈا،ایک مولانا اخلاق احمد انجم آف لندن،ایک چوہدری منیر شہزاد ہنوور(جرمنی)مغفور احمد کھوکھر فرینکفرٹ(جرمنی)۔۔کس کس کا نام لوں۔۔اس دور کے اطفال کے بارے میں حاجی صاحب کی باتیں سچ ہو چکی ہیں۔

انہیں دنوں حاجی صاحب نے فرمایا کہ اطفال کو ربوہ لے جاتے ہو تو ان کی ملاقاتیں بزرگانِ سلسلہ سے کروایا کرو۔میں نے ایسا ہی کیا۔سالانہ اجتماعات کے موقع پر کھاریاں کے اطفال کی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہر سال (جب تک میں ناظم اطفال رہا) ملاقات ہوتی رہی ہے۔

اس دور کے اطفال کی اجتماعات پر اعلیٰ کارکردگی سے حاجی صاحب بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ان کی جیب میں میٹھی گولیاں،کشمش اور بادام ہوا کرتے تھے۔اطفال کو بہت فراخ دلی سے پیش کیا کرتے تھے۔

محترم کیپٹن حاجی احمد خان ایاز نے بانوے سال عمر پائی۔انہوں نے بھرپور اور فعال زندگی گزاری۔اور وفات سے ایک سال پہلے تک بیت الحمد میں جا کر نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔اگرچہ انہوں نے ایاز باغ کے اندر بھی ایک چھوٹی سی بیت النور تعمیر کر رکھی تھی۔جہاں ان کی ہمشیرہ مرحومہ نور بیگم صاحبہ محلّہ کے بچوں کو قرآن پڑھایا کرتی تھیں اور گھر کی عورتیں نماز ادا کرتی تھیں۔

قادیان میں احراریوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے دنوں میں جب حضرت مصلح موعودؓ نے اعلان فرمایا،میں احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی ہوئی دیکھ رہا ہوں، اس دور میں حاجی احمد ایاز ابھی طالب علم تھے اور لا کالج دہلی میں قانون کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔لیکن دینی غیرت سے مغلوب ہو کر خلیفہ وقت کے حضور اپنا نام وقف کے لئے پیش کر دیا۔

آپ جنوری 1936 میں حضور انور کے حکم کی اطاعت میں ہنگری میں اشاعت دین کے لئے روانہ ہوئے۔اور تین سال تک ہنگری،پولینڈ اور چیکوسلواکیہ میں خدمتِ دین بجالاتے رہے۔

پہلا سال آپ نے ہنگری میں گزارا۔اور وہاں کی سماجی اور تہذیبی زندگی میں اس طرح ضم ہوئے کہ باقی ساری زندگی اس دور کی یادوں میں گزار دی۔

اس حوالہ سے انہوں نے کئی ادارے قائم کئے۔اور دوستانہ روابط استوار کئے۔

یہاں تک کہ گھر بنایا تو اس کا نام بوڈاپسٹ وِلا رکھا۔

1934 میں جب آپ حفاظت مرکز کے لئے قادیان آئے۔ تو بھر پور جوان تھے۔ بہادر اور جرأت مند تو بچپن سے تھے۔ان کی کارگردگی کو دیکھتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے انہیں سالارِ جیش مقرر کیا اور اپنے ایک خطاب میں ان کی کارگردگی کی تعریف کی۔

یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کھاریاں میں قادیان کی طرز پر سہ روزہ سالانہ جلسہ ہوا کرتا تھا، ہمارے چوہدری لعل خان صاحب ان دنوں جماعت احمدیہ کھاریاں کے جنرل سیکرٹری ہوا کرتے تھے۔اور نہائت رعب و دبدبہ کے مالک تھے۔حاجی احمد ایاز اور کرنل اکبر علی جیسے نوجوانوں کو ڈی۔سی گجرات کے پاس بھجوایا کرتے تھے۔ کہ ہمارا جلسہ آ رہا ہے۔امید تو نہیں کوئی شرارت کا سوچے۔ہم خود ہی سب سنبھال لیں گے۔لیکن چونکہ ہم امن پسند جماعت ہیں۔اس لئے آپ کو اطلاع دے رہے ہیں۔مکرم حاجی صاحب اس دور کے بارے میں بتایا کرتے تھے جماعت کا علاقہ میں بہت اثر تھا۔

کیپٹن حاجی احمد خان ایاز 1974 کے پرآشوب دور میں کھاریاں جماعت کے امیر تھے۔ یہ عاجز خدام الاحمدیہ کھاریاں کا قائد تھا۔(اس سال ستمبر میں مجھے تعلیم کے لئے فیصل آباد جانا پڑا۔تو چوہدری غلام یحیٰ مرحوم قائد بنے تھے) شہر میں حالات بہت خراب تھے۔مہمان خانہ، بیت احمدیہ اور امیر صاحب کے مکان پر (جو پچھلی جانب سے غیر محفوظ تھا) خدام کو حفاظت کے لئے مقرر کیا جاتا تھا۔ہم نے حاجی صاحب کو نہایت جرات مند اور دلیر پایا۔وہ باقاعدگی سے کچہری جاتے۔اور بے فکر ہو کر مین بازار میں سے گزرتے ہوئے ایاز باغ اپنے گھر آ جاتے۔راستہ میں شر پسند آوازے کستے۔اور بازاری جملے اچھالتے لیکن آپ درود شریف کا ورد کرتے ہوئے چلتے جاتے۔

حاجی صاحب کے دورِ امارت میں مجھے جماعت احمدیہ کھاریاں کا جنرل سیکرٹری بننے کا بھی موقع ملا۔ مجھے وہ اکثر نہایت اہم ذمہ داریاں بھی سونپ دیا کرتے تھے۔ عیدین آپ ان دنوں راولپنڈی میں اپنی زوجہ ثانی اور بچوں کے ساتھ مناتے تھے۔اور مجھے قائمقام امیر مقرر کر دیا کرتے تھے۔صدقات اور فطرانہ کی تقسیم بھی میرے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ میں ہچکچاہٹ کا اظہار کرتا تو فرماتے آپ اس ذمہ داری کے اہل ہیں۔ یہ محض ان کا اعتماد تھا جس نے بعض اوقات اہم فرائض نباھنے کی توفیق دی۔

وہ میرے لئے نہایت قابلِ احترام تھے۔کچھ اور امراء کے تحت خدام الاحمدیہ میں ذمہ داریاں نبھانے کا موقع ملا۔حاجی صاحب کے زمانہ امارت میں ہمیں زیادہ آزادی سے کام کرنے کے موقع ملا۔اور خود اعتمادی میں اضافہ ہوا۔اس دور میں ہم نے راولپنڈی ڈویژن کا خدام کا سالانہ اجتماع کھاریاں میں منعقد کروایا۔ جو نہایت کامیاب رہا۔

1983 میں بسلسلہ ملازمت مجھے پہلے علی پور چٹھہ اور پھر تین سال بعد لاہور میں منتقل ہونا پڑا۔لیکن میرا دل کھاریاں میں (بوجہ والدین) اٹکا ہوا تھا۔ ہر مہینہ کا پہلا جمعہ کھاریاں پڑھا کرتا۔اور رات واپس لاہور چلا جاتا تھا۔کھاریاں میں چیدہ چیدہ احباب سے نماز جمعہ کے بعد ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔ایسے میں جن بزرگوں اور دوستوں سے ملنے کی شدید خواہش ہوتی تھی ان میں سے حاجی احمد خاں ایاز صاحب کو سب پر اہمیت حاصل تھی۔ان سے ملاقات ہونے پر ساری تشنگی مٹ جایا کرتی تھی۔اور اگر کبھی ملاقات نہ ہوتی۔(ان کے کھاریاں سے باہر ہونے کی وجہ سے) تو کھاریاں میں آمد ادھوری سی لگتی تھی۔

حاجی احمد خان ایاز صاحب سے میری رفاقت بہت پرانی تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی محبت و شفقت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ میں ہمیشہ انہیں گاہے بگاہے دعا کے لئے کہتا رہتا تھا۔میری شادی کے بعد میری بیوی اور بچے بھی ان کی دعاؤں سے فیض یاب ہوتے رہے۔

کھاریاں کے بزرگ محترم صوفی نوررداد صاحب اور حاجی احمد خان ایاز صاحب ہم عصر تھے۔ جو مشیت ایزدی سے اللہ کو پیارے ہو گئے۔اب جب بھی کھاریاں جانا ہوگا۔تو ان بزرگوں کو وہاں نہ پا کر دل کس طرح بے چین ہوگا۔اس کا اندازہ کوئی اہلِ دل ہی کر سکتا ہے۔

حاجی احمد خان صاحب ایاز ایک دعا گو بزرگ تھے۔انہوں نے ہنگامہ خیز زندگی گزاری۔ نہایت پرآشوب دور اُن پر گزرے لیکن انہوں نے نہایت جرأت، جواں مردی اور بہادری سے ہر ابتلا کا سامنا کیا، جماعت کی رہنمائی کی، تعلیم الاسلام ہائی سکول کھاریاں کی سرپرستی کی اور نہایت فعّال زندگی گزاری۔ وہ موصی تھے اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔اور بعد میں آنے والوں کو ان کے نقوشِ قدم کی پیروی کرنے کی توفیق عطا ہو۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہٖ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالناصر

لندن
03-12-04

مکرم امیر صاحب یو ایس اے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے احمدیہ مسلم میڈیکل ایسوسی ایشن یو ایس اے کے انتخاب کی رپورٹ موصول ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ کثرت رائے کے مطابق حسب ذیل تقرریاں منظور ہیں:

مکرم ڈاکٹر محمد علی ممتاز صاحب بطور پریزیڈنٹ
مکرم ڈاکٹر منصور قریشی صاحب بطور وائس پریزیڈنٹ
مکرم ڈاکٹر افضال الرحمان صاحب بطور جنرل سیکرٹری
مکرم ڈاکٹر عبدالحکیم ناصر صاحب بطور سیکرٹری مال

اللہ مبارک فرمائے اور سب کو احسن رنگ میں اپنے فرائض سرانجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

والسلام
خاکسار
(دستخط) مسرور
خلیفۃ المسیح الخامس

نقل دفتر PS لندن